MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ

لاہور

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

جلد نمبر 26

شمارہ نمبر 09

جنوری 2026ء، رجب المرجب 1447ھ

WWW.MIRRAT.COM

اس شمارے میں:

- سالِ گزشتہ 2025ء: ایک طائرانہ جائزہ
- عصرِ حاضر میں مسلم نسل کشی: تاریخی تسلسل، معاصر حقائق اور عالمی بے حسی
- صاف توانائی کا عالمی دن: ہماری ذمہ داری
- حجاب بطور تہذیبی شناخت: مذہبی آزادی اور بھارت میں اسلاموفوبیا
- مسلمانوں پہ ڈھائے ظلم و بربریت کی تاریخ
- انسانی حقوق کی پامالی: بوسنیا کے مسلمانوں کی نسل کشی کا جائزہ اور اسباق

اور دیگر تحقیقی و تجزیاتی مضامین

علم قومی اور تہذیبی ترقی و بقاء میں بنیادی ستون کی حیثیت رکھتا ہے

آج ایک باوقار اور ترقی یافتہ پاکستان کی تشکیل کے لیے ہمیں کتاب دوستی و کتاب بینی کو قومی ترجیح کے طور پر اپنانا ہوگا تاکہ نسلِ نو میں علم دوستی اور فکر و تحقیق کی روشنی کو پروان چڑھایا جا سکے۔

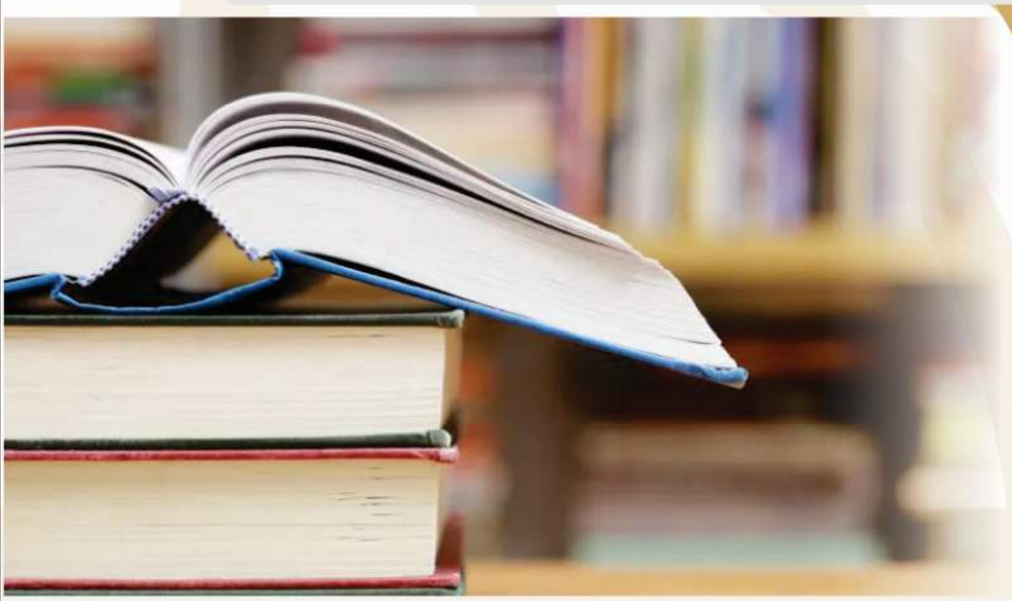

پاکستانی معاشرے کی تنزلی کا بڑا سبب علم سے دوری اور مستقل مطالعۂ کتب سے غفلت ہے

یاد رہے مطالعہ حصولِ علم کا پائیدار ذریعہ اور تحقیق و شعور کو جنم دیتا ہے۔

A Public Awareness Message

مسلسل اشاعت کا چھبیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

لاھور

جنوری 2026ء، رجب المرجب 1447ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فیضانِ نظر

سُلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ:
- سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ
- مفتی محمد شیر القادری
- افضل عباس خان

آرٹ ایڈیٹر:
- محمد احمد رضا
- واصف علی

نِکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1	اقتباس		3
	اداریہ		
2	دستک		4
	قومی و بین الاقوامی		
3	سالِ گزشتہ 2025ء: ایک طائرانہ جائزہ	احمد بن عبد الرحمان	6
4	صاف توانائی کا عالمی دن: ہماری ذمہ داری	انجینئر رفاقت ایچ ملک	11
5	مصنوعی عمومی ذہانت	ندیم اقبال	15
	عالمِ اسلام		
6	مسلمان آبادیاں: جینوسائیڈ اور قتلِ عام کا شکار	سینیٹر راجہ ظفر الحق	20
7	عصرِ حاضر میں مسلم نسل کشی: تاریخی تسلسل، معاصر حقائق اور عالمی بے حسی	صاحبزادہ سلطان احمد علی	22
8	مسلمانوں پہ ڈھائے ظلم و بربریت کی تاریخ: مختصر مطالعہ	ایمبیسیڈر (ر) افراسیاب مہدی ہاشمی	25
9	انسانی حقوق کی پامالی: بوسنیا کے مسلمانوں کی نسل کشی کا جائزہ اور اسباق	میجر جنرل (ر) خالد عامر جعفری	27
10	حجاب بطور تہذیبی شناخت: مذہبی آزادی اور بھارت میں اسلاموفوبیا	محمد محبوب	30
	صلائے عام		
11	عقیدہ توحید اور اخلاقِ نبوی (ﷺ) سے کچھ اسباق، کچھ نصیحتیں	صاحبزادہ سلطان احمد علی	33
	گوشۂ تصوف		
12	سیرت النبی (ﷺ) کانفرنس: 1500 واں میلاد النبی (ﷺ)	مسلم انسٹیٹیوٹ	43
13	عین الفقر	مترجم: سید امیر خان نیازی	47
14	Abyat e Bahoo	Translated by: M.A Khan	49

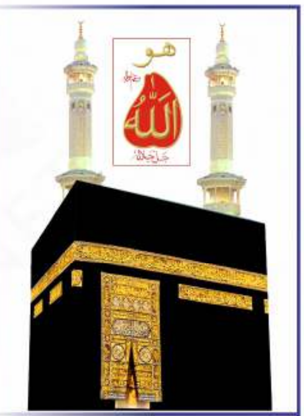

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
80 روپے	110 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 960 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 1320 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
800	400	280

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-1275009

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندروڈ، لاہور سے چھپوا کر HST-1/8-A بیسمنٹ، کینال سٹی، کینال بنک روڈ لاہور سے شائع کیا

برائے خط و کتابت: ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com

WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

"وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ۔ الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ۔ وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوْ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ۔ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ"

''کم تولنے والوں کی خرابی ہے وہ کہ جب اوروں سے ماپ (ناپ کر) لیں پورا لیں اور جب انہیں ماپ یا تول کر دیں کم کر دیں، کیا ان لوگوں کو گمان نہیں کہ انہیں اٹھنا ہے''-(اَلْمُطَفِّفِیْن،1-4)

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا"

''جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں''-

(صحیح البخاری، کِتَابُ الجِهَادِ وَالسِّیَرِ)

سرِ جمانی محبوبِ سبحانی غوث الاعظم محی الدین

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

فرمان

سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بعض صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے ارشاد فرمایا: ''تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلوؤں کے درمیان ہے''-تم اُس وقت تک اللہ ربُّ العزت کی محبت نہیں حاصل کر سکتے جب تک اپنے اندرونی دشمنوں نفس امارہ، لوّامہ اور مُلہمہ کو زیر نہیں کر لیتے اور تمہارا وجود اخلاق ذمیمہ و بہیمیہ مثلاً زیادہ کھانے پینے، زیادہ سونے اور لغویات وغیرہ کی محبت اور عاداتِ وحشیانہ مثلاً قہر و غضب، گالی گلوچ، مار پیٹ وغیرہ اور اخلاق شیطانیہ مثلاً کبر و عجب و حسد و کینہ اور اِن جیسی دیگر بدنی و قلبی آفات سے پاک نہیں ہو جاتا''-

(سر الاسرار)

سلطان العارفین

حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

فرمان

راتیں نینڑ رت ہنجوں رووَن تے ڈیہاں غمزہ غم دا ہو
پڑھ توحید وڑیا تن اندر سکھ آرام نا سمدا ہو
سر سولی تے چاڑھن گیو نے ایہو راز پرم دا ہو
سدھا ہو کوہیوسیے باھو قطرہ رہے نا غم دا ہو

(ابیاتِ باھُو)

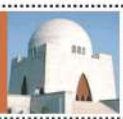

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

''اگر ہم ناکام ہو گئے تو قصور ہمارا اپنا ہو گا- تاریخ اور آئندہ نسلوں کو یہ موقع نہ دیجئے کہ وہ ہماری مذمت کریں اور یہ کہہ سکیں کہ اس (موجودہ) نسل کے لوگ اس وقت بھی چھوٹے چھوٹے اختلافات اور ذاتی جھگڑوں سے بلند تر نہ ہو سکے جب بدیہی طور پر ہمیں اپنے قومی کاز اور محبوب منزل مقصود پاکستان کی خاطر اپنی صفوں میں مکمل اتحاد کی ضرورت تھی''-(بمبئی، 3 مارچ، 1947ء)

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

صبحِ ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو وہ دل نہ کر قبول
باطل دوئی پسند ہے، حق لاشریک ہے
شرکتِ میانہ حق و باطل نہ کر قبول

(ضربِ کلیم)

نیا سال: خود احتسابی اور قومی تعمیر و ترقی کا عزمِ نو

سالِ نو محض تاریخ کا ایک نیا باب نہیں ہوتا بلکہ قومی شعور کی تجدید، اجتماعی بیداری اور قومی و ملی ترجیحات کے تعین کے لیے ایک فیصلہ کن موڑ کی حیثیت رکھتا ہے- کسی بھی قوم کی پائیدار ترقی کا دار و مدار اس امر پر ہوتا ہے کہ وہ اپنے ماضی سے بصیرت حاصل کرتے ہوئے اپنے حال کو جد وجہد اور ذمہ داری اور مستقبل کو عزمِ عمل سے وابستہ رکھے- آج دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی کامیابی و کامرانی کا بنیادی محرک یہی ہے کہ وہ قومی ترقی کے سفر میں مسلسل عملی جدوجہد، خود احتسابی اور انقلابی جذبۂ عمل کی روش اپنائے ہوئے ہیں - یہ قومیں اپنے روشن مستقبل، قومی نصب العین، اجتماعی وقار اور قومی تشخص کی بقاء کے لیے نہ صرف ہمہ وقت سر گرمِ عمل ہیں بلکہ اِن کے افراد لمحہ بہ لمحہ اپنے کردار کا محاسبہ کرتے ہیں کہ آیا ان کا عمل قومی و ملی مفاد میں ہے یا نہیں اور بحیثیت فردِ قوم وہ اپنے ملک کے لیے کیا مثبت کردار ادا کر رہے ہیں یا کہیں وہ محض دھرتی پر بوجھ بن کر تو نہیں زندگی گزار رہے -اِسی خود احتسابی، ذمہ داری اور قومی خدمت میں خلوص و سنجیدگی کا نتیجہ ہے کہ یہ اقوام علوم وفنون، سائنس و ٹیکنالوجی، صنعت و حرفت اور تجارت و معیشت کے میدان میں نت نئی بلندیوں کو چھو رہی ہیں اور ترقی پذیر ممالک کی نسبت تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں- مزید بر آں یہ قومیں طرزِ کہن پہ اڑنے کی بجائے خود کو بدلتے ہوئے جدید تقاضوں اور ورلڈ آرڈر کے مطابق ڈھال کر ایسی طویل المدتی اور دوررس پالیسیز کی تشکیل میں مصروف ہیں جو قومی ترقی، معاشی استحکام اور اجتماعی خوشحالی کی ضمانت فراہم کرتی ہیں-

بد قسمتی سے وطنِ عزیز پاکستان کا شمار دنیا کے ترقی پذیر ممالک میں ہوتا ہے جو بہت سے شعبہ جات میں دیگر ممالک کا دستِ نگر ہے- دیکھا جائے تو اپنے معرضِ وجود میں آنے کے ابتدائی سالوں میں پاکستان ترقی کے سفر پہ گامزن تھا- 1950 اور 1960 کی دہائی تک پاکستان کی معاشی کارکردگی نہ صرف بہتر تھی بلکہ بعض اشاریوں میں جنوبی کوریا اور چین سے بھی آگے تھی مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مختلف ادوار میں ترقی و خوشحالی وہ تسلسل بر قرار نہ رہ سکا- یہ حقیقت ہے کہ دنیا کے متعدد ممالک نے پاکستان کی آزادی کے ساتھ ہی یا اس کے کچھ عرصہ بعد آزادی حاصل کی مگر آج وہ دنیا کی بڑی طاقتوں میں شمار ہوتے ہیں جس میں سب سے نمایاں مثال جاپان کی ہے جس کا شمار آج ترقی یافتہ ممالک کی صف میں ہوتا ہے- اس سلسلے میں دوسری اہم مثال جنوبی کوریا کی ہے جو 1960 کی دہائی تک ایک پسماندہ اور غریب ملک تھا اور جس کی فی کس آمدنی پاکستان سے بھی کم تھی- جنوبی کوریا نے ترقی کی جانب جب سفر کا آغاز کیا تو 1962 سے 1990 تک اس نے پانچ سالہ منصوبوں کے ذریعے بہترین صنعتی ترقی کی- ورلڈ بینک کے مطابق 1980 سے 2024 کے درمیان اس کی GDP اوسطاً سالانہ 5.6 فیصد بڑھی جبکہ فی کس مجموعی قومی آمدنی (GNI) 1950 کی دہائی کے اوائل میں 67 ڈالر سے بڑھ کر 2024 میں 36624 ڈالر ہو گئی - اس کے بر عکس آج پاکستان کی فی کس آمدنی 2024 کے آخر یا 2025 کے آغاز تک GDP تقریباً 1485 سے 1644 ڈالر کے درمیان ہے- اقوامِ متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (UNDP) کی شائع کردہ تازہ ترین ہیومن ڈویلپمنٹ رپورٹ کے مطابق پاکستان انسانی معیارِ زندگی کے لحاظ سے 193 ممالک میں سے 168 ویں نمبر پر ہے- جنوبی ایشیائی ممالک میں سے پاکستان اور افغانستان وہ واحد دو ممالک ہیں جنہیں کم انسانی ترقی کے زمرے میں رکھا گیا ہے- پاکستان کا دیرینہ دوست اور ہمسایہ ملک چین کی معاشی ترقی جدید تاریخ کا سب سے بڑا معجزہ مانی جاتی ہے جو 1978ء میں ڈینگ شاؤپنگ کی "Reform and Opening Up" پالیسی سے شروع ہوئی- چین نے پانچ سالہ منصوبہ بندی کو اپنی ترقی کی اساس بنایا، جس کے تحت صنعتی زونز، بر آمداتی مراکز، ٹیکنالوجی پارکس اور بڑے انفراسٹرکچر منصوبے تیار کیے گئے- 1978 سے 2018 تک چین کی اوسط معاشی شرحِ نمو 9 فیصد سالانہ رہی جو کسی بھی بڑے ملک کے لیے حیران کن تھی- اسی دوران 80 کروڑ سے زائد افراد غربت سے باہر نکلے اور چین دنیا

کی دوسری بڑی معاشی طاقت بن کر ابھرا- چین کی ترقی کی بنیاد یہی تسلسل ہے کہ اس نے قیادت بدلنے کے باوجود ترقی کی سمت نہیں بدلی اور طویل المدت صنعتی، ٹیکنالوجی اور برآمداتی پالیسیوں کو مستقل طور پر جاری رکھا گیا ہے-

یہ تلخ حقیقت ہے کہ موجودہ صدی میں پاکستان کے ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے کے پسِ پردہ کئی سماجی، سیاسی اور معاشی عوامل اور وجوہات کارفرماہیں - مثلاً جہاں ایک طرف مختلف ادوار میں داخلی عدم استحکام، انتظامی کمزوریاں، بیوروکریسی کی مزاحمت، غیر جمہوری طرزِ حکمرانی، بے جارکاوٹیں، عدل وانصاف کی غیر یقینی صورتحال، بے لوث ودوراندیش قیادت کافقدان، معاشی بے یقینی، غیر مربوط وغیر منظم پالیسز اور سماجی وطبقاتی تقسیم جیسے عوامل پاکستان کی ترقی کے راستے میں بڑی رکاوٹ بنے وہیں دوسری طرف ہمارے بے حس قومی رویے، ملّی شعور و یکجہتی کافقدان اور قومی تعمیر وترقی کے سفر میں دیانتداری، شفافیت اور خود احتسابی کے عمل سے گریز نے بھی قومی ترقی کی رفتار کو شدید متاثر کیا ہے-

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ قوموں کی زندگی میں نشیب وفراز آتے رہتے ہیں مگر اصل قوت کسی قوم کے اس عزم میں پوشیدہ ہوتی ہے کہ وہ ہر بار گر کر دوبارہ اٹھ کھڑی ہو- غور کیا جائے تو پاکستان نے بھی گزشتہ دہائیوں میں متعدد چیلنجز کا سامنا کیا، لیکن اس کے باوجود قوم نے ہمیشہ استقامت، ثابت قدمی اور بلند ہمت و حوصلے کا مظاہرہ کیا اور بطور فرزندانِ اسلام اجتماعی شعور میں ”مایوسی گناہ ہے“ کے یقینِ راسخ نے مشکل ترین حالات میں بھی قوم کا شیرازہ بکھرنے نہیں دیا-

آج نیا سال پاکستان کے لیے قومی بیداری اور خود احتسابی کا پیغام لے کر آیا ہے کہ ہم نئے عزم کے ساتھ اپنی اجتماعی کارکردگی کا تنقیدی جائزہ لیں، ہر میدان میں خوبیوں اور خامیوں کی نشاندہی کریں اور آئندہ سال کے لیے ایسے اہداف و پالیسیز کا تعین کریں جو قومی ترقی اور ملکی استحکام وسلامتی کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہوں- یہی واحد راستہ ہے جس سے ہم قومی ترقی کی رفتار تیز کرسکتے ہیں اور دنیا میں پاکستان کو نمایاں مقام دلواسکتے ہیں- یہ تب ممکن ہے جب قوم بحیثیت اجتماعی اپنے عمل و کردار کا کڑا محاسبہ کرے کیونکہ جو قوم اپنی جدوجہد اور عملی دائرہ کار میں خود احتسابی کو اپنالیتی ہے اسے اپنی خامیوں اور خوبیوں کا صحیح اندازہ رہتا ہے اور ہر لمحہ وہ اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کو دور کرنے اور بہتری کی سمت پر گامزن رہتی ہے- بقول حکیم الاُمت:

صُورت شمشیر ہے دستِ قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

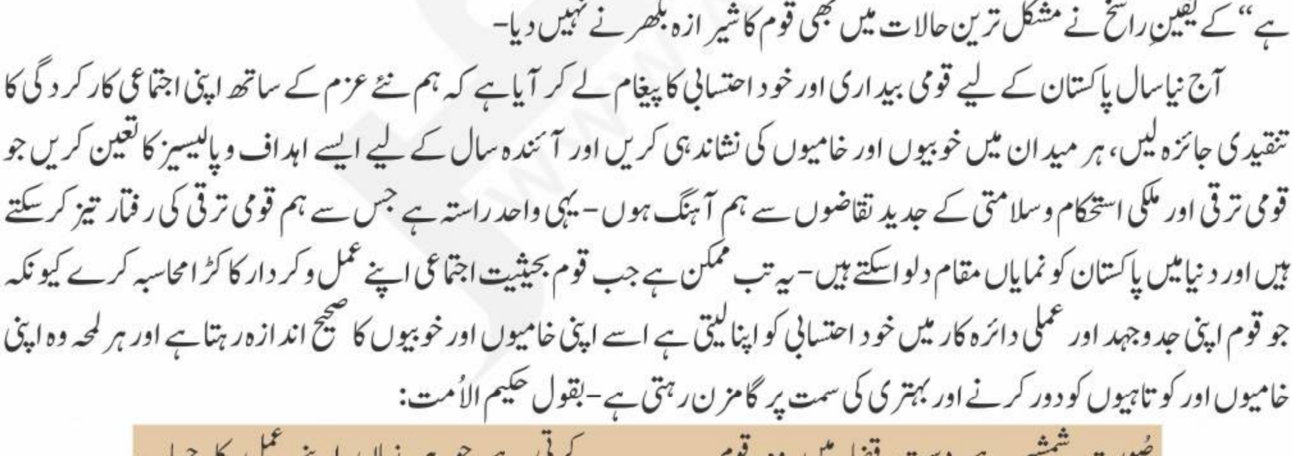

سالِ گزشتہ 2025ء:
ایک طائرانہ جائزہ

احمد بن عبد الرحمان

اکیسویں صدی کا سال 2025ء مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اہم تبدیلیوں اور واقعات کا سال ثابت ہوا- اس دوران جہاں عالمی سطح پر سیاست، معیشت، سماج، سائنس و ٹیکنالوجی اور دفاعی منظر نامے پہ نمایاں واقعات رونما ہوئے وہیں علاقائی اور قومی سطح پر بھی کئی تاریخی موڑ آئے- ذیل میں گزشتہ سال قومی و بین الاقوامی سطح پہ رونما ہونے والی اہم تبدیلیوں اور واقعات کا طائرانہ جائزہ پیش کیا جارہا ہے-

آپریشن ”بنیان المرصوص“ میں پاکستان کی تاریخی فتح:

ہندوتوا پالیسی پہ عمل پیرا بھارت نے 6 اور 7 مئی 2025ء کی شب آزاد پاکستانی علاقوں میں مساجد پر حملے کئے جن میں 31 نہتے شہری شہید اور 57 افراد زخمی ہو گئے- بھارت کی طرف سے اس نام نہاد بزدلانہ کارروائی کو آپریشن سندور کا نام دیا گیا- اس دوران افواجِ پاکستان نے بروقت جوابی کارروائی کرتے ہوئے حملہ آور بھارتی فضائیہ کے 6 طیارے مار گرائے جن میں جدید رافیل طیارے بھی شامل تھے- 9 اور 10 مئی کی درمیانی شب بھارت نے دوبارہ میزائل حملوں کے ذریعے پاکستان کی ایئر بیسز کو نشانہ بنانے کی کوشش کی تاہم ان حملوں کے نتیجے میں فضائیہ کے تمام اثاثے محفوظ رہے- بالآخر ناگزیر ردِ عمل کے طور پہ افواجِ پاکستان نے 10 مئی کی صبح بھارت کے خلاف جوابی کارروائی کا آغاز کر دیا اور اس آپریشن کو ”بنیان المرصوص“ کا نام دیا گیا جو قرآن مجید کی سورۃ الصف (آیت: 4) سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے سیسہ پلائی ہوئی دیوار- آپریشن ”بنیان مرصوص“ کا آغاز پاکستان نے پہلی مرتبہ مقامی طور پہ تیار کردہ فتح ون میزائل چلاکر بھارت کو منہ توڑ جواب دیا-

عسکری ذرائع کے مطابق دوران آپریشن زمین، فضا، سمندر اور سائبر محاذ پر ہم آہنگی سے کارروائیاں کی گئیں اور پاکستان کے خلاف استعمال ہونے والے بھارت کے 26 اہم فوجی اڈوں کو نشانہ بنایا گیا- اس کے علاوہ بھارت کی جنگی بالادستی سمجھے جانے والے جدید ترین فضائی دفاعی نظام ایس 400 کو بھی پاک فضائیہ نے نشانہ بنا کر دشمن کو شدید نقصان پہنچایا- ان حملوں کے بعد امریکی ثالثی میں جنگ بندی کا اعلان کیا گیا- افواجِ پاکستان کی بھارتی جارحیت کے خلاف زبردست کامیابی کے موقعہ پر تحقیقی ادارے مسلم انسٹیٹیوٹ کی جانب سے 14 مئی 2025ء کو دربار حضرت سلطان باھُوؒ پہ پاک فضائیہ کے آپریشن میں زیر استعمال طیارے J-10C کی شکل پر انسانی ماڈل بنا کر پاک فضائیہ کو خراجِ تحسین پیش کیا گیا جس میں ہزاروں افراد شریک ہوئے- اس تاریخ ساز فتح نے جہاں دفاعِ وطن کو ناقابلِ تسخیر بنایا وہیں اقوامِ عالم کی نظر میں افواجِ پاکستان کی دھاک بٹھادی-

پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریاں:

قدرتی آفات جیسے زلزلے، سیلاب، طوفان، لینڈ سلائیڈنگ، قحط اور خشک سالی آج سنگین عالمی مسائل ہیں جو سالانہ کثیر جانی ومالی، معاشی اور ماحولیاتی نقصانات کا سبب بنتے ہیں- اقوام متحدہ کی رپورٹس کے مطابق دنیا کو قدرتی آفات کی وجہ سے سالانہ تقریباً 2.3 ٹریلین ڈالر کا مالی نقصان ہو رہا ہے - پاکستان میں گزشتہ سال (2025ء) میں سیلاب نے

بڑے پیمانے پر تباہی مچائی - اسے پاکستان کی تاریخ کا تیسرا بد ترین سیلاب قرار دیا گیا جس کے نتیجے میں بالخصوص صوبہ پنجاب، بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے دیہی و شہری علاقے شدید متاثر ہوئے - اس دوران متعدد افراد جاں بحق، لاکھوں افراد متاثر، لاکھوں نقل مکانی پہ مجبور، کئی لاکھ ایکڑ زرعی رقبہ تباہی کا شکار جبکہ 4500 سے زائد گاؤں شدید متاثر یا مکمل تباہ ہو گئے - پاکستان کی وزارتِ منصوبہ بندی و ترقی کے اعداد و شمار کے مطابق ملک کو 2.9 بلین ڈالر کا مالی نقصان اٹھانا پڑا - لہٰذا! 2025 کے سیلاب کے پیشِ نظر حکومتِ پاکستان کو موسمیاتی تبدیلیوں کے اثرات سے نمٹنے کیلئے مستقل و دیرپا اقدامات کی ضرورت ہے ورنہ مستقبل میں اس سے بھی بڑے ماحولیاتی خطرات جنم لے سکتے ہیں -

پاکستان میں پہلی بار بین الاقوامی پارلیمانی اسپیکرز کانفرنس کا انعقاد:

پارلیمانی سفارت کاری ایک ایسا تصور ہے جس نے حالیہ برسوں میں بین الاقوامی تعلقات میں نئی جہت کو فروغ دیا ہے - 10 سے 12 نومبر 2025 تک پاکستان میں پہلی دفعہ بین الپارلیمانی اسپیکرز کانفرنس (Inter-Parliamentary Speakers' Conference – ISC) کا انعقاد کیا گیا - چیئرمین سینیٹ سید یوسف رضا گیلانی کی قیادت میں دار الحکومت اسلام آباد میں ”بین الپارلیمانی سپیکرز کانفرنس“ بین الاقوامی پارلیمانی تعاون کا تاریخی سنگِ میل اور پاکستان کیلئے ایک غیر معمولی لمحہ تھا - اس تاریخی کانفرنس کا موضوع امن، سلامتی اور ترقی (Peace, Security and Development) رکھا گیا - اس تین روزہ کانفرنس میں دنیا کے 40 سے زائد ممالک کے پارلیمانی اسپیکرز نے شرکت کی - کانفرنس کا مقصد موجودہ دور میں دنیا کو درپیش چیلنجز اور مسائل سے نبرد آزما ہونے کیلئے مختلف قوموں کے کثیر الجہتی نظریات سے آگاہی، مکالمے اور پارلیمانی سفارت کاری کی نئی راہیں کھولنا تھا -

پاکستان اور سعودیہ عرب کے مابین اہم دفاعی معاہدہ:

برادر اسلامی ممالک پاکستان اور سعودی عرب کے تعلقات ہمیشہ سے علاقائی و عالمی سیاست میں ایک خاص اہمیت کے حامل رہے ہیں - سعودی عرب نے شروع دن سے ہی پاکستان کے ساتھ نہ صرف مضبوط سفارتی تعلقات استوار کیے بلکہ نظریاتی، معاشی، دفاعی اور مذہبی و ثقافتی سطح پر بھی گہرے روابط قائم کیے جبکہ پاکستان نے بھی سعودی عرب کو اُمت مسلمہ کے مرکز کے طور پر نہایت احترام و قدر سے دیکھا ہے - اسی سلسلے کی ایک کڑی 17 ستمبر 2025ء کو دونوں برادر ممالک کے درمیان ہونے والا اہم دفاعی معاہدہ ہے - معاہدہ قطر پر اسرائیلی حملوں اور دوحہ میں ہونے والی غیر معمولی عرب اسلامی سربراہی کانفرنس کے بعد سامنے آیا - معاہدے کے مطابق کسی ایک ملک کے خلاف جارحیت کو

دونوں ممالک کے خلاف حملہ تصور کیا جائے گا - مزید اس معاہدے سے پاکستان اب حرمین شریفین کے تحفظ میں سعودی عرب کا شراکت دار بن گیا ہے - اس معاہدے کا مقصد دونوں ممالک کے دیرینہ دفاعی تعاون کو باقاعدہ شکل دینا ہے تاکہ مشرق وسطیٰ اور جنوبی ایشیا کے بدلتے جغرافیائی و تزویراتی حالات کے تناظر میں باہمی سلامتی اور مشاورتی دفاع کو مستحکم کیا جائے -

غزہ میں فلسطینیوں کی نسل کشی:

فلسطین میں گزشتہ کئی دہائیوں سے اسرائیلی ظلم و بربریت کا سلسلہ جاری ہے جس پہ انسانی حقوق و انصاف کے

عالمی ادارے بے حس و خاموش ہیں- سال 2025ء میں بھی غزہ (فلسطین) کے مسلمانوں کو اسرائیلی سفاکیت کا سامنا رہا- تقریباً گزشتہ ڈیڑھ برس کے کم عرصے میں قابض اور جابر اسرائیل نے غزہ اور دیگر فلسطینی علاقوں میں بلا امتیاز فضائی بمباری سے ایسی تباہی مچائی ہے کہ نہ صرف پورا غزہ بلکہ دیگر فلسطینی علاقے کھنڈرات کا منظر پیش کر رہے ہیں- گزشتہ سال رمضان المبارک کے آغاز پر ایک دردناک منظر اُس وقت دیکھنے کو ملا جب سوا سال تک مسلسل بمباری کا نشانہ بننے والے تباہ حال شہر غزہ میں مظلوم فلسطینیوں نے ملبے کے درمیان اپنا پہلا اجتماعی روزہ افطار کیا-

مزید بر آں نومبر 2025ء تک کے اعداد و شمار کے مطابق قابض اسرائیلی فوج نے 47 دنوں میں جنگ بندی کے بعد بھی دہشت گردی کی کارروائیوں کے دوران 350 فلسطینی شہریوں کو شہید کیا جن میں 198 بچے، خواتین اور بزرگ شامل ہیں، جو شہداء کا 56.6 فیصد ہیں- اب تک کے اعداد و شمار کے مطابق قابض اسرائیلی افواج 70 ہزار سے زائد فلسطینیوں کو شہید کر چکی ہیں- اب وقت کا ناگزیر تقاضا ہے کہ حقیقی اور پائیدار حل کی جانب قدم بڑھایا جائے تاکہ فلسطین میں صیہونی مظالم کا خاتمہ اور انسانی حقوق کا تحفظ یقینی بنے-

اسرائیل کی ایران پر جارحیت:

13 جون 2025ء کو ایران اور اسرائیل کے مابین جنگ اُس وقت شروع ہوئی جب اسرائیل نے ایران کے جوہری پروگرام کو وسعت دینے سے روکنے کا خود ساختہ دعوی کرتے ہوئے ایران کی متعدد تنصیبات پر اچانک حملے کر دیئے اور ان حملوں کو "آپریشن شیر برخاستہ" کا نام دیا- اِس دوران اسرائیل نے ایران کے جوہری مراکز، عسکری تنصیبات اور شہری علاقوں کو شدید نقصان پہنچایا-

اسی شب ایران نے بھی "آپریشن وعدۂ صادق سوم" کے تحت اسرائیل کے خلاف بھرپور جوابی کارروائی کی جس میں اسرائیل کے فوجی اور انٹیلی جنس مراکز کے ساتھ ساتھ بعض رہائشی علاقوں کو نشانہ بنایا گیا- جب یہ جنگ شدت اختیار کر گئی تو امریکہ بھی اس جنگ میں کود پڑا جس نے ایران کے جوہری پروگرام کو شدید نقصان پہنچایا-

بالآخر 24 جون کو جنگ بندی کا اعلان ہوا اور یوں یہ 12 روزہ جنگ اپنے اختتام کو پہنچی- اس دوران پاکستان نے ایران کا خوب ساتھ دیا اور ایرانی پارلیمنٹ میں پاکستان کے حق میں نعرے لگائے گئے- 15 جولائی 2025ء کو شنگھائی تعاون تنظیم (SCO) کے تحت وزرائے خارجہ کے اجلاس میں پاکستانی وزیرِ خارجہ نے ایران پہ اسرائیلی حملوں کی شدید مذمت کرتے ہوئے ان حملوں کو غیر منصفانہ اور عالمی قوانین کے سنگین خلاف ورزی قرار دیا اور اس بات پہ زور دیا کہ SCO رکن ممالک کے خلاف ایسی جارحانہ کارروائیاں علاقائی امن و استحکام کے لیے سنگین خطرہ ہیں-

آرمینیا- آذربائیجان امن معاہدہ:

آرمینیا اور آذربائیجان 1980 کی دہائی سے ہی تنازعہ میں رہے ہیں جب آذربائیجان کا علاقہ کاراباخ (Karabakh) جس میں زیادہ تر آرمینیائی نسل کے لوگ رہتے ہیں پر آرمینیا نے قبضہ کر لیا تھا- 1991ء میں باضابطہ طور پر آرمینیا اور آذربائیجان کے درمیان جنگ چھڑ گئی جس کے

نتیجے میں تقریباً 30,000 ہلاکتیں ہوئیں اور لاکھوں افراد نقل مکانی پر مجبور ہوئے- یوں گزشتہ 3 دہائیوں سے آرمینیا آذربائیجان کے علاقوں پر بلا اشتعال جھڑپوں کا سلسلہ جاری

تھا- 2016ء میں آرمینیا نے ان جھڑپوں میں تیزی کر دی جس سے کافی جانی و مالی نقصان ہوا- آذربائیجان نے 2023 میں اس علاقے پر پورا کنٹرول واپس لے لیا جس سے اس علاقے کے تقریباً سبھی آرمینیائی نسل کے لوگ آرمینیا بھاگ گئے - یاد رہے کہ کاراباخ بین الاقوامی سطح پر اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل اور جنرل اسمبلی کی قراردادوں کے مطابق آذربائیجان کا تسلیم شدہ علاقہ ہے جس پر آرمینیا کی فورسز نے ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا- اسلامی تعاون تنظیم (OIC) بھی کاراباخ کو آذربائیجان کا حصہ تسلیم کرتی ہے- 8 اگست 2025ء کو آذربائیجان نے عالمی قوانین کی پاسداری اور خطے میں امن کیلئے آرمینیا کو امن معاہدے کی پیشکش کی اور یوں دونوں ملکوں کی قیادت کے درمیان وائٹ ہاؤس تاریخی امن معاہدہ طے پایا- اس معاہدے کے مطابق دونوں ممالک نے نہ صرف جنگ و لڑائی ہمیشہ کے لیے بند کرنے کا وعدہ کیا بلکہ سفر، تجارت اور سفارتی تعلقات کی بحالی پر بھی اتفاق کیا-

ڈونلڈ ٹرمپ کا بطور امریکی صدر بارِ دگر اقتدار میں آنا:

امریکہ میں حکومت کی تبدیلی ہمیشہ سے عالمی سیاسی منظر نامے میں انتہائی اہمیت کی حامل رہی ہے- ڈونلڈ ٹرمپ نے 20 جنوری 2025ء کو دوسری بار امریکہ کے 47 ویں صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا، اِس سے قبل ٹرمپ 45ویں امریکی صدر کی حیثیت سے اپنی مدتِ صدارت مکمل کر چکے ہیں اور اُن کے دوبارہ صدر منتخب ہونے میں محض ایک صدارتی مدت کا وقفہ آیا ہے - اس بار ان کو امریکی کانگریس کے دونوں ایوانوں میں واضح اکثریت حاصل ہوئی - حلف اٹھاتے ہی انہوں نے کئی اہم نوعیت کے ایگزیکٹو آرڈرز پہ دستخط کیے -ان کی پالیسیاں اور فیصلے صرف امریکی اندرونی معاملات تک محدود نہیں رہے بلکہ ان کے اثرات پوری دنیا میں محسوس کیے گئے ہیں - انہوں نے ایک بار پھر ”امریکہ سب سے پہلے“ کا نعرہ لگا کر بین الاقوامی تجارت کی سمت بدلنے کی کوشش کی ہے جیسا کہ مختلف ممالک پہ ٹیرف عائد کرنا-

دیگر ترقی پذیر ممالک کی طرح پاکستان بھی اس ٹیرف کی زد میں آیا جس پر 29 فی صد ٹیرف لگایا گیا- بعد ازاں تجارتی مذاکرت کے نتیجے میں یہ ٹیرف 29 فی صد سے کم ہو کر 19 فی صد کر دیا گیا- دنیا نے ٹرمپ کے اس اقدام پہ شدید ردِ عمل دیا- لہٰذا 2025 میں ٹرمپ کی معاشی حکمتِ عملی نے عالمی معیشت کو ایک بڑے دباؤ میں ڈال دیا ہے- 14 جون 2025ء کو امریکہ میں ایک بڑا احتجاج ہوا جسے No Kings protests کا نام دیا گیا-

کوانٹم سائنس وٹیکنالوجی کا سال:

اقوامِ متحدہ نے 2025ء کو ”کوانٹم سائنس و ٹیکنالوجی کا سال“ قرار دے کر کوانٹم میکینکس کی ایک صدی مکمل ہونے کا اعتراف کیا ہے- کوانٹم سائنس اور ٹیکنالوجی نے جدید دور میں خاص طور پر quantum computing, quantum communication, quantum sensing کے میدان میں خاطر خواہ ترقی کی ہے- اس حیرت انگیز سائنسی انقلاب کے اثرات سے دنیا اجتماعی ترقی کے ایک نئے باب میں داخل ہو رہی ہے- 2025ء کو کوانٹم سال کے طور پر منتخب کرنے کا مقصد اس شعبے کی اہمیت اجاگر کرنا اور اسے بین الاقوامی فورم پر فروغ دینا ہے-

صحتِ عامہ کے میدان میں پیش رفت:

اِس وقت دنیا طبی تحقیق اور علاج کے جدید طریقوں میں حیرت انگیز طور پہ آگے بڑھ رہی ہے- سال 2025 میں طبی میدان میں کئی ایسی ایجادات سامنے آئی ہیں جو صحت کے شعبے کو نہایت موثر انداز میں تبدیل کر رہی ہیں- مثلاً ٹیلی میڈیسن، AI تشخیص، ویئرایبل ہیلتھ ڈیوائسز، پرسنلائزڈ میڈیسن، روبوٹکس اور دماغی صحت کے شعبے میں ترقی کے ساتھ ہم صحت کی دیکھ بھال کے ایک نئے دور میں داخل ہو

چکے ہیں جو پہلے سے کہیں زیادہ قابلِ رسائی، درست اور مؤثر ہے- چنانچہ آئندہ سالوں میں علاج تک رسائی اور مریض کی طبی حالت کے نتائج میں نمایاں بہتری آنے کی توقع ہے-

مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اے آئی گورننس (AI Governance) کی بڑھتی عالمی مقبولیت:

اے آئی گورننس 2025 میں ایک ابھرتا ہوا شعبہ ہے جو مصنوعی ذہانت کے ہوش ربا فروغ کے ساتھ عالمی سطح پہ انتہائی اہمیت اختیار کر چکا ہے جس کی مقبولیت میں آئے دن اضافہ ہو رہا ہے- اے آئی گورننس سے مراد ایسے اصول و قوانین، پالیسی ڈھانچے اور اخلاقی ضوابط ہیں جو اے آئی کے استعمال، ترقی اور اثرات کو منظم کرتے ہیں تاکہ یہ ٹیکنالوجی انسانی فلاح و بہبود کے لیے کارآمد ثابت ہو سکیں- اے آئی گورننس کی ضرورت اس لیے محسوس ہوئی کیونکہ مصنوعی ذہانت نہ صرف سہل امور بلکہ پیچیدہ فیصلہ سازی کے عمل میں بھی استعمال ہو رہی ہے- آج صحت، مالیات، تعلیم اور حکومتی پالیسی سازی جیسے شعبے میں اے آئی سسٹمز استعمال کیے جا رہے ہیں- عالمی سطح پر کئی ممالک اور ادارے اے آئی گورننس کیلئے فریم ورک تشکیل دے رہے ہیں- مثلاً یورپی یونین نے EU AI Act متعارف کرایا ہے جو دنیا کا پہلا جامع اے آئی قانونی فریم ورک ہے- اسی طرح OECD اور UNESCO جیسے ادارے بھی اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں جس سب کا مقصد یہ ہے کہ ٹیکنالوجی کا استعمال محفوظ، قابل اعتماد اور منصفانہ ہو- تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ ان سسٹمز کے غیر منظم یا بے جا استعمال سے سنگین خطرات جنم لے سکتے ہیں جن سے نمٹنے کے لیے عالمی سطح پر مؤثر گورننس ڈھانچے کی ضرورت ہے-

پاکستان اور دیگر ترقی پذیر ممالک کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ منظم اے آئی پالیسی تشکیل دیں- ایسے اقدامات سے نہ صرف جدت فروغ پائے گی بلکہ عوامی اعتماد بھی بڑھے گا-

☆☆☆

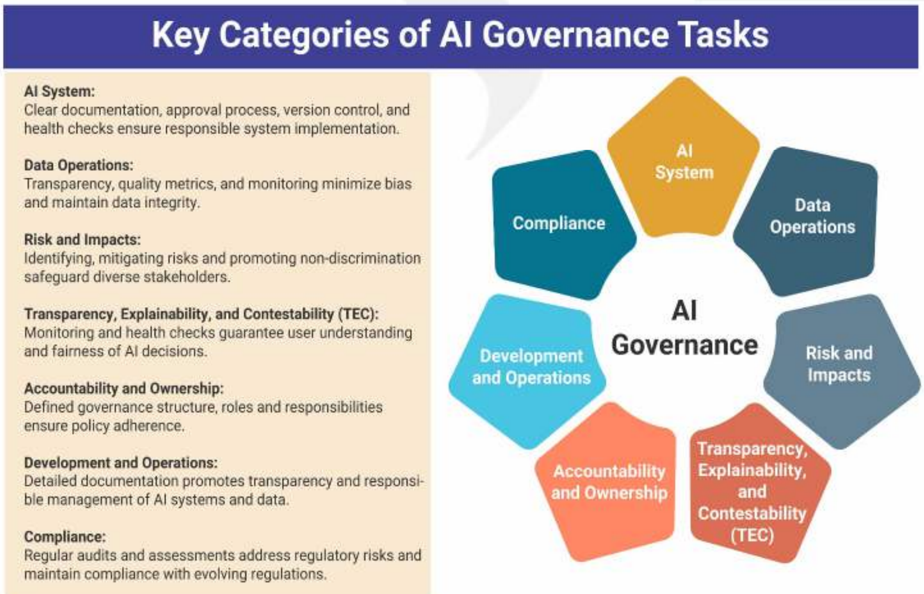

صاف توانائی کا عالمی دن
ہماری ذمہ داری

انجینئر رفاقت ایچ ملک

بنی نوع انسان کی ترقی میں توانائی نے ہمیشہ کلیدی کردار ادا کیا ہے- یہ ترقی جو آگ کی دریافت سے شروع ہوتی ہے پھر بھاپ کے انجن، بجلی اور جدید ڈیجیٹل دنیا کے سفر تک ہر دور میں توانائی نے انسان کی زندگی کو آسان بنایا ہے- بڑے پیمانے پر نامیاتی ایندھن سے حاصل شدہ توانائی انسانی ترقی میں تو کردار ادا کر رہی ہے مگر اس ترقی کی قیمت کرۂ ارض گلوبل وارمنگ اور فضائی آلودگی کی صورت چکا رہا ہے- اگر ترقی کا یہ سفر اسی طرح جاری رہا تو یہ ترقی خود انسان کے لیے ایک بڑا خطرہ بن جائے گی- دوسری جانب عالمی سطح پر، تقریباً 759 ملین افراد اب بھی بجلی کی سہولت سے محروم ہیں، جبکہ 2.6 بلین افراد کھانا پکانے کے لیے ایندھن کے صاف ذرائع تک رسائی نہیں رکھتے- دنیا اس وقت جن سنگین مسائل سے دوچار ہے، ان میں توانائی کا بحران اور موسمیاتی تبدیلی سرفہرست ہیں- بڑھتی ہوئی آبادی، صنعتی ترقی اور فوسل فیول پر انحصار نے کرۂ ارض کو شدید خطرات سے دوچار کر دیا ہے- انہی خطرات کے پیشِ نظر ہر سال 26 جنوری کو صاف توانائی کا عالمی دن منایا جاتا ہے تاکہ یہ شعور عام کیا جاسکے کہ توانائی کے موجودہ ذرائع نہ صرف محدود ہیں بلکہ ماحول، صحت اور مستقبل کی نسلوں کیلئے بھی تباہ کن ثابت ہو رہے ہیں- یہ دن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ صاف، قابلِ تجدید اور پائیدار توانائی کی طرف منتقلی اب ایک انتخاب نہیں بلکہ ناگزیر ضرورت بن چکی ہے جس کے لیے نا صرف حکومتی سطح بلکہ فرد کی سطح پر بھی اقدامات کی ضرورت ہے- صاف توانائی سے مراد وہ توانائی ہے جو قدرتی طور پر دوبارہ پیدا ہو سکتی ہو اور جس کے استعمال سے ماحول کو نقصان نہ پہنچے- صاف توانائی کی فراہمی دوہرے چیلنجز کے ساتھ درپیش آتی ہے ایک طرف دنیا میں ہر انسان تک توانائی کی رسائی کو ممکن بنانا اور دوسری جانب توانائی کے ایسے ذرائع کا استعمال کرنا جو کرۂ ارض کے ماحول کے لیے نقصان دہ نہ ہو-

ایک عام آدمی یہ ہی سوچتا ہے کہ یہ حکومت کا کام ہے لیکن بحیثیت ذمہ دار شہری ہمیں اپنے رویے میں تبدیلی کی ضرورت ہے- آپ چاہے گھر میں ہیں، نوکری پیشہ ہیں یا کاروبار کرتے ہیں توانائی کے استعمال سے متعلق آپ کی ترجیحات بڑی تبدیلی لا سکتی ہیں-

موسمیاتی تبدیلی اور توانائی کا تعامل:

موسمیاتی تبدیلی کی بنیادی وجہ انسانی سرگرمیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی گرین ہاؤس گیسیں ہیں، جن کا سب سے بڑا ذریعہ نامیاتی ایندھن مثلاً کوئلہ، تیل اور گیس کا

استعمال ہے۔سالانہ 38 ارب ٹن کاربن ڈائی آکسائیڈ کا اخراج صنعتوں اور نامیاتی ایندھن کو جلانے سے ہو رہا ہے۔IPCC کی رپورٹ کے مطابق نامیاتی ایندھن کا استعمال کرۂ ارض کے درجہ حرارت میں اضافے کی بنیادی وجہ ہے۔ تقریباً 89 فیصد کاربن ڈائی آکسائید کا اخراج نامیاتی ایندھن کو جلانے سے ہوتا ہے۔ گرین ہاوس گیس فضا میں حرارت کو جذب کر لیتی ہیں جس کی وجہ سے کرۂ ارض کا اوسط درجہ حرارت بتدریج بڑھ رہا ہے۔ بجلی گھروں، ٹرانسپورٹ، صنعتوں اور گھریلو سطح پر توانائی کے غیر ذمہ دارانہ استعمال نے فضا میں گرین ہاوس گیسوں کی مقدار کو خطرناک حد تک بڑھا دیا ہے۔ اس کے نتیجے میں گلیشیئرز تیزی سے پگھل رہے ہیں، سمندری سطح بلند ہو رہی ہے اور موسم کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے اور فضائی آلودگی خطرناک حد تک بڑھ رہی ہے۔ World Health Organization (WHO) کے مطابق 99 فیصد لوگ آلودہ ہوا میں سانس لے رہے ہیں جو ان کی صحت کے لیے مضر ہے۔ فضائی آلودگی سے سالانہ 7 ملین اموات ہو رہی ہیں۔ فضا میں معلق ذرات اور نائٹروجن ڈائی آکسائیڈ نامیاتی ایندھن کو جلانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ فضائی آلودگی سے سالانہ 8.1 ٹریلین ڈالر کا نقصان ہوتا ہے۔ صاف توانائی کی طرف قدم بڑھانے سے نہ صرف موسمیاتی تبدیلی کو روکا جا سکتا ہے بلکہ فضائی آلودگی کی روک تھام بھی ممکن ہے۔ 1850ء سے لے کر اب تک زمین کے درجہ حرارت میں 2 ڈگری فارن ہائٹ اضافہ ہو چکا ہے۔ اگر یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو یہ زمین ہمارے رہنے کے قابل نہیں رہے گی۔ توانائی کے استعمال و دیگر ذرائع سے گرین ہاوس گیس خارج کرنے والے ممالک میں چین، امریکہ اور بھارت سرفہرست ہیں۔ جس میں چین کا حصہ 29.2 فیصد، امریکہ 11.1 فیصد اور بھارت 8.2 فیصد ہے۔ فی کس کاربن اخراج کی شرح میں امریکہ سرفہرست ہے۔ علاوہ ازیں کچھ ایسے مالدار ممالک بھی ہیں جو کم آبادی کی وجہ سے عالمی اخراج کے حجم میں نیچے ہیں مگر فی کس شرح اخراج کے اعتبار سے سرفہرست ہیں جیسا کہ متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب۔ پاکستان کی عالمی اخراج میں حصہ صرف 1.19 فیصد ہے مگر ماحولیاتی خطرہ کی درجہ بندی (Climate Risk index) میں آٹھواں متاثرہ ترین ملک ہے۔ نامیاتی توانائی موسمیاتی تبدیلی کی جڑ ہے اور صاف توانائی اس کے حل کی کنجی۔

صاف توانائی کا مفہوم اور اقسام:

صاف توانائی سے مراد ایسی توانائی ہے جو ماحول کو آلودہ نہ کرے، قدرتی طور پر دوبارہ پیدا ہو سکتی ہو، زہریلی گیسوں کا اخراج نہ کرے یا بہت کم کرے اور آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے محفوظ ہو۔ صاف توانائی میں شمسی توانائی، ہوائی توانائی، آبی توانائی اور بائیو گیس شامل ہیں۔ یہ ذرائع نہ صرف کاربن فری ہیں بلکہ مقامی سطح پر دستیاب ہونے کی وجہ سے توانائی کے مسائل کا دیرپا حل بھی پیش کرتے ہیں۔ صاف توانائی کے ذرائع نہ ختم ہونے والے ہیں اور ہر ملک میں وافر مقدار میں موجود ہوتے ہیں اس لیے صاف توانائی کو پائیدار ترقی کی ضمانت سمجھا جاتا ہے۔ دنیا کی 80 فیصد آبادی ایسے ممالک میں رہتی ہے جن کا انحصار مکمل طور پہ درآمد شدہ نامیاتی ایندھن پہ ہے۔ International Renewable Energy Agency (IRENA) کے مطابق 2050ء تک 90 فیصد توانائی کا ذریعہ قابل تجدید ہونا چاہیے جو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ قابل تجدید توانائی کے ذرائع کی طرف منتقلی میں جو ممالک

سرفہرست ہیں ان میں سویڈن، ڈنمارک، ناروے اور سوئٹزرلینڈ شامل ہیں-

صاف توانائی میں سرمایہ کاری سے آلودگی اور موسمیاتی تبدیلی کی مد میں جو منافع ہونا ہے اس کا تخمینہ 4.2ٹریلین ڈالر لگایا گیا ہے- مزید برآں مستعد قابل بھروسہ قابل تجدید توانائی عالمی منڈی کے دباؤ اور توانائی کی سلامتی میں بھی مثبت کردار ادا کرے گی- حوصلہ افزاء بات یہ ہے کہ صاف توانائی کی کنجی انسانوں ہی کے ہاتھ میں ہے-

عام آدمی کا طرز زندگی توانائی کے مجموعی استعمال پر گہرا اثر ڈالتا ہے- ایک گھر میں بجلی کا غیر ضروری استعمال، ایک فرد کا روزمرہ کا سفر عادات اور خرید و فروخت کے فیصلے مجموعی طور پر ماحول پر اثر انداز ہوتے ہیں- اگر مستعد طریقے سے توانائی کا استعمال کیا جائے اور توانائی کی بچت کی جائے تو یہ صاف توانائی کی جانب مؤثر قدم ہو گا جو موسمیاتی تبدیلی کو روکنے میں بھی اہم کردار ادا کر سکتا ہے - آپ سوچ رہے ہوں گے کہ توانائی کا مستعد طریقہ استعمال کونسا ہے جس سے توانائی کی بچت یا تحفظ توانائی ممکن ہو - تحفظ توانائی سے مراد ایسے طور طریقے اور عادات کو اپنانا ہے جس سے توانائی کی کھپت میں کمی ہو اور مستعد توانائی سے مراد ایسی ٹیکنالوجی کو استعمال کیا جائے جس سے توانائی کے استعمال میں خاطر خواہ کمی لائی جاسکتی ہو-

توانائی کی بچت: مؤثر اقدامات

- ❖ دفاتر میں بجلی کے استعمال کا طریقہ غیر ذمہ دارانہ ہوتا ہے- بیشتر آلات غیر ضروری طور پہ چلتے یا اسٹینڈ بائی چھوڑ دیئے جاتے- صرف ایک کمپیوٹر اسکرین کو ساری رات کیلیے چلتا چھوڑنے سے 500 ورق پرنٹ کرنے کے برابر بجلی ضائع ہوتی ہے- غیر ضروری بلب اور برقی آلات بند رکھنے سے توانائی کے استعمال میں خاطر خواہ کمی لائی جاسکتی ہے-
- ❖ انرجی سیور بلب بجلی کا کم استعمال کرتے ہیں، عام بلب کے مقابلے میں انرجی سیور بلب کے استعمال سے 25 سے 35 فیصد توانائی بچائی جاسکتی ہے- عالمی سطح پہ روایتی بلبوں سے ایل ای ڈی بلبوں پہ منتقلی سے سالانہ 1400 ملین ٹن کاربن کے اخراج میں کمی لائی جاسکتی ہے جس سے 1250 بجلی گھروں کو بند کیا جا سکتا ہے جو موسمیاتی تبدیلی اور فضائی آلودگی کی بڑی وجہ ہیں-
- ❖ برقی آلات کے خریداری میں احتیاط سے بھی ہم توانائی کا تحفظ یقینی بناسکتے ہیں- ایسے آلات کی خریداری کی جائے جو کسی مستند ادارے سے توانائی بچانے کے لیے تصدیق شدہ ہوں - جیسا کے ماحولیاتی تحفظ کی ایجنسی (EPA) کی اسٹار ریٹڈ برقی آلات ہیں-
- ❖ دن کے وقت برقی روشنیوں کو بند کر کے قدرتی روشنی سے فائدہ اٹھانا چاہیے-
- ❖ ایئر کنڈیشنر کو معتدل درجۂ حرارت پر چلانے سے بھی توانائی کی خاطر خواہ بچت ممکن ہے-
- ❖ غیر استعمال شدہ آلات کو پلگ سے نکال دینے سے بھی توانائی کی بچت ممکن ہے-

ان اقدامات سے نہ صرف بجلی کے بل کم ہوں گے بلکہ کاربن کے اخراج میں بھی نمایاں کمی آسکتی ہے-اس کے علاوہ غیر ضروری خریداری سے اجتناب اشیاء کا دوبارہ استعمال ری سائیکلنگ کی عادت، پانی کے استعمال میں احتیاط اور پلاسٹک کے استعمال میں کمی توانائی کی بچت اور ماحول کے تحفظ میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں-

گھروں کی چھتوں پہ سولر پینلز کی تنصیب:

گھروں پہ سولر پینلز کی تنصیب صاف توانائی کے حصول کی جانب ایک اہم قدم ہے- جس سے آپ نہ صرف مفت توانائی کے حصول کو یقینی بناسکتے ہیں بلکہ کاربن کے اخراج میں بھی

کمی لا سکتے ہیں- اگر کمیونٹی کی سطح پہ 1000 گھروں کی چھتوں پہ سولر پینل لگائے جائیں تو اس سے ایک لاکھ 80 ہزار ٹن کاربن کے اخراج میں کمی لائی جا سکتی ہے- توانائی کہ اس ذریعے کو مکمل طور پہ صاف اور پائیدار بنانے کیلئے سائنسدان سولر پینلز کی ری سائیکلنگ کی تجویز بھی دیتے ہیں- اس کے ساتھ ساتھ سولر واٹر ہیٹر کا استعمال بھی صاف توانائی کے عزم کو پورا کرنے میں کارگر ثابت ہو سکتا ہے-

ٹرانسپورٹ اور صاف توانائی:

ٹرانسپورٹ کا شعبہ فضائی آلودگی اور گرین ہاوس گیس کے اخراج میں خاطر خواہ اضافہ کرتا ہے- پاکستان میں کاربن کے اخراج کے مجموعی حجم میں ٹرانسپورٹ کا 30 فیصد حصہ ہے اور پاکستان میں گاڑیوں کی تعداد میں سالانہ 10 فیصد اضافہ ہو رہا ہے- نامیاتی ایندھن سے چلنے والی گاڑیوں کی شرح میں اس قدر اضافہ خطرے کی گھنٹی ہے- آپ کے لیے اس کا حل الیکٹرک گاڑیوں کی صورت میں موجود ہے- ایک عام گاڑی ایک میل کے سفر کے دوران 411 گرام کاربن کا اخراج کرتی ہے- اگر الیکٹرک گاڑی کو نیشنل گرڈ پہ چارج کیا جائے تو مجموعی طور پر کاربن اخراج میں کمی واقع ہو جاتی- اسی گاڑی کو اگر صاف توانائی کے ذرائع مثلاً گھر میں لگے سولر سسٹم سے چارج کیا جائے تو کاربن کے اخراج کی مجموعی مقدار زیرو ہو جاتی ہے- یعنی عام گاڑی کو الیکٹرک گاڑی میں بدلنے کا آپ کا ایک دانش مندانہ فیصلہ کرۂ ارض پہ 4.6 میٹرک ٹن کاربن کے اخراج میں کمی لا سکتا ہے- علاوہ ازیں قریبی فاصلوں کے لیے پیدل چلنا یا سائیکل استعمال کرنا پبلک ٹرانسپورٹ اور کار پولنگ کرنا گاڑیوں کی مناسب دیکھ بھال غیر ضروری سفر سے پرہیز بھی فضائی آلودگی کی روک تھام میں مدد گار ہے-

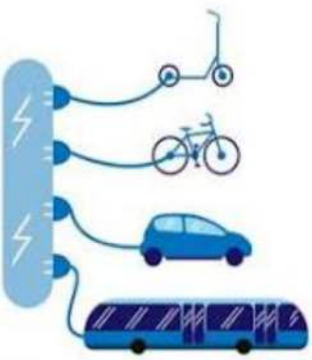

دیہی علاقوں میں لکڑی اور کوئلہ جلانا نہ صرف ماحول بلکہ انسانی صحت کے لیے بھی نقصان دہ ہے جس کا بہترین نعم البدل

Biogas Plant

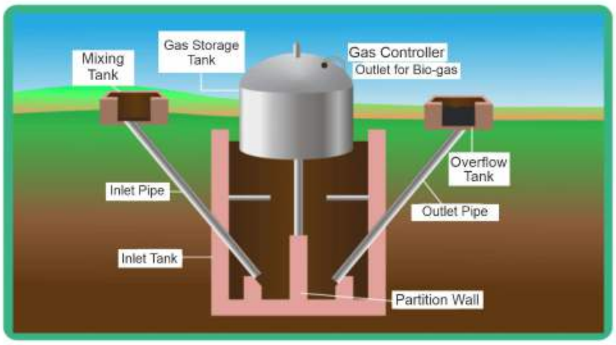

بایو گیس ہے- اس کے علاوہ فصلیں، کچرا اور پلاسٹک جلانے سے بھی اجتناب کرنا چاہیے-

اسلام میں اسراف کی ممانعت اور زمین کی حفاظت کا تصور واضح طور پہ موجود ہے- انسان کو زمین کا خلیفہ قرار دے کر قدرتی وسائل کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی ہے- صاف توانائی کا فروغ نہ صرف قومی بلکہ اخلاقی اور دینی فریضہ بھی ہے- موسمیاتی تبدیلی کے خلاف جنگ میں ہر ایک شہری سپاہی کی حیثیت رکھتا ہے- اگر عام آدمی اپنے طرزِ زندگی میں سادگی، ذمہ داری اور صاف توانائی کو اپنائے تو ایک محفوظ، صحت مند اور پائیدار مستقبل ممکن ہے- آج کی چھوٹی کوششیں کل کی بڑی کامیابیوں کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہیں- آپ ایک عام گھریلو شخص ہیں کاروبار سے وابستہ ہیں یا نوکری پیشہ آدمی ہیں توانائی سے متعلقہ آپ کے فیصلوں میں دانشمندی پوری انسانیت کو تباہی کے دہانے سے بچا سکتی ہے- اگر ہم نے دیر کر دی یا اپنے طرز زندگی کو نہ بدلا تو یہ کرۂ ارض آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے جہنم بن جائے گا-

☆☆☆

Artificial General Intelligence (AGI)

مصنوعی عمومی ذہانت

ندیم اقبال

یہ تو سب جانتے ہیں کہ موجودہ دور AI کا ہے جس میں انسان کی بنائی ہوئی مشین مہینوں کا کام چند گھنٹوں میں کر دیتی ہے- ہیومنائیڈ ربوٹ (Humanoid Robot)، مکینیکل ربوٹ (Mechanical Robot)، ویٹر ربوٹ (Waiter Robot) وغیرہ یہ سب پرانی بات ہو چکی- Open AI کے چیٹ جی پی ٹی (OpenAi ChatGPT) نے تو انسانی کام کا انداز ہی بدل دیا جس سے ہر شخص کی زندگی مزید سہل ہوئی- چاہے وہ عام آدمی ہو یا خاص، مزدور ہو یا علم، حساب اور منصوبہ بندی سے کام کرنے والا شخص، بینک میں کام کرنے والا ہو یا طبیب، کمپیوٹر پروگرام تیار اور ڈیزائن کرنے والا ہو یا تصویری خاکہ بنانے والا، طالب علم ہو یا استاد، گھریلو خواتین ہوں یا تجربہ کار پکوان نیز زندگی کے ہر شعبے میں نئی سوچ، فکر اور تحقیقی کام میں اس کا کوئی ثانی نہیں بس صرف آپ پرومپٹ (لکھنے کا انداز) جانتے ہوں- یہ سب چیزیں جن کا ذکر کیا گیا ہے وہ کہیں نہ کہیں انسانی حکم / ہدایت کی محتاج ہیں اگر ربوٹکس کی بات کر لی جائے تو یہ مشین لرننگ کے ذریعے معلوماتی نمونہ سے سیکھتا ہے اور دی گئی ہدایات پر عمل کرتا ہے اور جو پیٹرن اس میں مقرر کر دیا جائے اُسی پر ہی عمل کرتا ہے-

AI Tools کی بات کی جائے تو وہ بھی پرومپٹ (Wirtten Tex, Image, Video) کے محتاج ہیں گو کہ موجود ڈیٹا میں سے پرومٹ کے مطابق جواب دیتے ہیں لیکن وہ بھی محدود- اگر مختصر جواب دو تو اب تک مشین انسانی حکم کی محتاج ہے- درج ذیل جس ٹیکنالوجی کا ذکر کیا گیا میرے نزدیک اُس ٹیکنالوجی سے انسانی زندگی میں کام کرنے کی صلاحیت مزید بہتر ہو گی لیکن جب بھی اس دنیا میں نئی ٹیکنالوجی کو متعارف کروایا گیا ہے جیسے اُس ٹیکنالوجی کے فوائد ہیں وہاں اُس کے نقصانات بھی ہیں-

آرٹیفشل جنرل انٹیلی جنس (AGI) کیا ہے؟

AGI محض ایک ٹیکنالوجی ہی نہیں، بلکہ انسانی ذہانت کا وہ ادراک ہے، جس میں مشین محض انسانی حکم کی محتاج ہی نہیں بلکہ وہم اور سوچ بھی اپنائے گی- AGI ایسی ذہانت ہے جو سیکھنے، سمجھنے اور تشخیص (judgment) میں انسانی دماغ کی سطحوں کا احاطہ کر سکتی ہے- موجودہ مصنوعی ذہانت (AI) مخصوص کام مثلاً چہرے پہچاننا (Face Recognition)، ترجمہ کرنا (Translation)، شطرنج کھیلنا (Play Chess)، کسی تصویر کو پہچاننا (Picture Recognition) یا کسی تحریری سوال پر جواب دے دینا (Prompt Text) وغیرہ تک محدود ہے- اس کے برعکس AGI کسی بھی شعبے، زبان یا مسئلے (Problem) پر وہی فکری رد عمل دے سکے گی، جو ایک تجربہ کار ماہر دیتا ہے- اس کی فکری وسعت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ یہ انسانی زبان کے صرف الفاظ نہیں بلکہ ان کے پیچھے موجود نیت، جذبہ، سیاق و سباق کی بنیاد پر اُسے رد عمل دے گی- ماہرِ مصنوعی ذہانت Dr. Ben Goertzel کے مطابق AGI وہ سطح ہے جہاں ”مشین نہ صرف کام سرانجام دیتی ہے، بلکہ یہ بھی سمجھتی ہے کہ وہ مقررہ کام کیوں سرانجام دے رہا ہے اور اس کے انسانی یا سماجی اثرات کیا ہوں گے“-[1]

[1]https://sciendo.com/article/10.2478/jagi-2014-0001

گویاAGI محض ایک سافٹ ویئر نہیں بلکہ انسان اور مشینی ذہانت ایک دوسرے میں ضم ہو کر ایک نئی سوچ اختیار کرے گی جس سے سائنس، طب، تعلیم اور تحقیق میں ایک نئے دور کا آغاز ہو گا-

ذرا سوچئے! اگر ایک AGI ماڈل جس نے فلسفہ، تاریخ، معاشرت، شاعری، ریاضی، علم حیاتیات، کمپیوٹر اور انسانی نفسیات کو پڑھا ہو، وہ جب کسی مسئلے پر مشورہ دے گا تو وہ صرف ڈیٹا پر مبنی نہیں ہو گا بلکہ اس میں علمی وسعت، تجربے کی گہرائی اور فکری تفہیم بھی شامل ہو گی- یہی وہ مرحلہ ہے جہاں AGI نہ صرف انسان کا معاون ہو گا، بلکہ اُس کے مشکل سوالات مثلاً میں کون ہوں؟ علم کی وسعت کیا ہے؟ یا اخلاقیات کا سرچشمہ کون ہے؟ پر مشین کی جانب سے با معنی جواب و بحث ممکن ہو سکے گی- AGI کے ماہرین جیسے Dr. Yann LeCun (Meta AI)،Ben Goertzel،اور Stuart Russell اس بات پر متفق ہیں کہ AGI کا وجود صرف ٹیکنالوجی کی جیت نہیں بلکہ انسانی شعور کے آئندہ باب کی ابتدا ہے-[2] یہ قابلِ غور بات ہے کہ AGI کو صرف سیکھنے یا فیصلے کرنے کے قابل بنانا ہی کافی نہیں، بلکہ اسے اس درجے کی ذہنی خود مختاری بھی دینی ہو گی کہ وہ نہ صرف انسانی جذبات، اقدار اور اخلاقی حرکات کو سمجھے بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ اپنی وسعت میں بھی ارتقاء لائے- بالکل اسی طرح جیسے ایک سمجھدار انسان اپنی سوچ اور طرزِ عمل میں پختگی لاتا ہے-

مصنوعی ذہانت (AI) اور مصنوعی عمومی ذہانت (AGI) میں فرق:

مصنوعی ذہانت اور مصنوعی عمومی ذہانت کا فرق بالکل ایسا ہے جیسے ایک طالب علم اور استاد میں ہوتا ہے- Narrow AI ایک مخصوص کام میں ماہر ہے، لیکن وہ کیا؟ کیوں؟ اور کیسے؟ کے باہمی رشتے کو سمجھنے سے قاصر ہے- یہ صرف وہی کام سرانجام دے سکتا ہے جو اسے سکھایا گیا ہو، اور وہ بھی محدود حد تک- مثال کے طور پر، Chatbot جو صارفین کو آن لائن خدمت دیتا ہے وہ اگرچہ روانی سے بات چیت کرتا ہے، لیکن اگر آپ کوئی اور سوال کریں تو Chatbot الجھن کا شکار ہو کر موضوع بدل دے گا یا غیر متعلقہ جواب دے گا کیونکہ وہ صرف مخصوص ڈیٹا پر مبنی، خود ارادیت سے محروم ہے-

جبکہ AGI وہ ذہانت ہے جو انسانی فہم، تجربہ اور جذباتی بصیرت کی مانند کام کرتی ہے- اس میں محض مسئلے کا حل تلاش کرنے کی صلاحیت ہی نہیں بلکہ مسئلے کی نوعیت کو سمجھنے، اطراف کے عوامل کو پرکھنے اور نئے طرز پر دوبارہ سوچنے کی فکری اہلیت بھی شامل ہو گی- فرض کیجیے ایک طبی ماہر طبیب کے پاس ایک مریض آتا ہے جسے جسمانی تکلیف کے ساتھ ساتھ گہرا ذہنی دباؤ بھی ہے- عام AI صرف رپورٹس دیکھ کر دوا تجویز کرے گی- جبکہ AGI اس تناؤ کے حل کیلئے مریض سے سوالات پوچھے گا کہ مریض کی سماجی تاریخ (Social History) کے بارے، کیا حالیہ معاشی دباؤ، تنہائی یا خاندانی تنازع اس بیماری کو بڑھانے کا باعث تو نہیں؟ عام AI شطرنج کا ماہر ہے لیکن صرف اسی وقت تک جب تک قواعد وہی ہوں- جبکہ AGI کو اگر شطرنج، کھلاڑیوں کی نفسیات اور شطرنج کی فلسفیانہ اہمیت بھی بتائیں، تو وہ اس سے نیا کھیل ایجاد کر سکے گا-[3] یہ صلاحیت Cross-domain Reasoning کہلاتی ہے- یعنی ایک علم سے دوسرے علم تک سفر کرنا جو عام AI میں ممکن نہیں، مگر AGI کی بنیاد ہے-

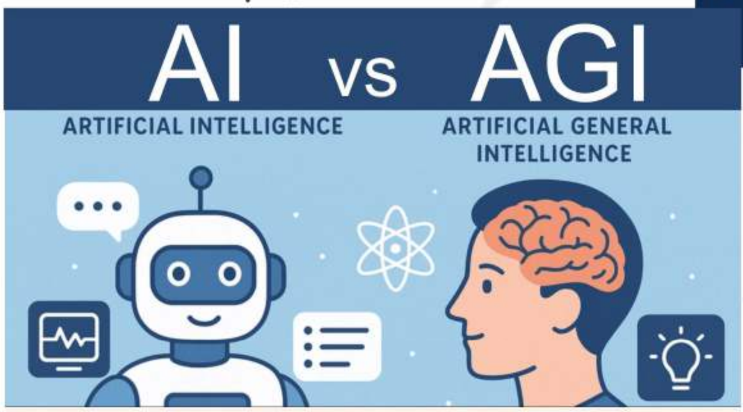

[2]https://openreview.net/pdf?id=BZ5a1r-kVsf
[3]Building machines that learn and think like people | Behavioral and Brain Sciences | Cambridge Core

مستقبل میں AGI کا وجودی تصور کیا ہو گا؟

Artificial General Intelligence (AGI) کی ظاہری شکل کوئی طے نہیں بلکہ یہ انسانی ذہانت کی ڈیجیٹل نقل ہو سکتی ہے جو کئی ممکنہ شکلوں میں موجود ہو گی- AGI کے وجودی تصور کا تعین اُس کے استعمال اور مقصد کے مطابق ہو گا-

بطور روبوٹ:

زیادہ تر فلمیں اور خیالی تصورات میں AGI کو ایک روبوٹ کی شکل میں پیش کیا گیا ہے- جیسا کہ Sophia روبوٹ (Hanson Robotics) جو AI کی ابتدائی سطح کی نمائندگی کرتا ہے- روبوٹ میں AGI نصب ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ جسمانی دنیا جیسا دکھائی دے گا- انسانوں کے ساتھ گھل مل سکے گا، بزرگوں کی دیکھ بھال کر سکے گا، ایسے ماحول میں جہاں انسانی زندگی کو خطرہ لاحق ہو وہاں کام سرانجام دے سکے گا (جیسے چاند، مریخ، سیاروں کی سطح پر تحقیق یا جوہری پلانٹ کا معائنہ) وغیرہ- لیکن یاد رکھیں! AGI کو روبوٹ میں ڈالنا ضروری نہیں یہ ایک الگ سسٹم بھی ہو سکتا ہے-

بطور ڈیجیٹل دماغ
(Virtual Assistant on Steroids)

ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ سمارٹ واچ یا فون میں AGI موجود ہو جو لوگوں کے جذبات، صحت، عادات اور خواہشات کو سمجھتا ہو، یہ نہ صرف خبردار کرے گا بلکہ مشورہ بھی دے سکے گا- مثال کے طور پر جب کوئی کاروباری آدمی دن بھر کام کر کے واپس آئے تو AGI نظام اُس سے پوچھے- ابھی آپ تھکے ہوئے لگ رہے ہیں، کیا آپ کچھ دیر آرام کرنا چاہیں گے؟ یہ زندگی کی مکمل سوانح لکھ سکے گا اور انسانوں کی یادداشت کو خودکار کرنے میں بھی مدد فراہم کرے گا اس طرح کا AGI کسی جسمانی وجود کے بغیر صرف سافٹ ویئر کی شکل میں بھی کام کر سکتا ہے- یعنی وہ ڈیجیٹل ہمزاد (Digital Twin) کی صورت اختیار کر سکے گا- جسے "Embodied vs. Disembodied AGI" کہا جاتا ہے Embodied AGI سے مراد (جسمانی روبوٹ) اور Disembodied AGI سے مراد (صرف ڈیجیٹل سسٹم (مثلاً Cloud یا Neural Interface)-

بطور سوشل نیٹ ورک یا کلاؤڈ سسٹم:

AGI کا یہ تصور زیادہ جدید ہے یہ کوئی ایک روبوٹ یا آلہ نہیں ہو گا بلکہ پورا نیٹ ورک بھی ہو سکتا ہے- جیسے کہ ایک Global AGI Brain جو پوری دنیا کے انٹرنیٹ سے جُڑا ہو، جو ہر انسان، ہر مشین اور ہر نظام سے سیکھ رہا ہو اور اپنے آپ کو وقت کے ساتھ ارتقاء دے رہا ہو- یہ "مرکزی AGI" یا "Collective Intelligence" کی صورت ہو سکتی ہے- بالکل ویسے ہی جیسے انسانوں کی مشترکہ عقل (Collective Human Wisdom) ہے-

بطور انسانی دماغ میں نصب سافٹ ویئر (Neural Interface):

Elon Musk کا منصوبہ Neuralink اسی خواب کا آغاز ہے[4] کہ انسان کے دماغ اور کمپیوٹر کو جوڑا جا سکے گا- اگر انسانی دماغ میں ایک چِپ کارڈ ہو جس سے براہ راست سوچ کر

[4]https://www.axios.com/2022/12/01/elon-musk-neuralink-brain-chip-event

(اگر اس بارے میں آپ آرٹیکل پڑھنا چاہتے ہیں تو لکھاری نے جنوری 2022 میں "Brain Chip" پر تفصیلی آرٹیکل لکھا ہے جو کہ ادارہ مراۃ العارفین انٹرنیشنل نے اپنی آفیشل ویب سائٹ پر پبلش بھی کیا ہے) https://www.mirrat.com/article/11/1121

گوگل پر سوال کر سکے، خوابوں کو ریکارڈ کرے، یا اپنے ماضی کی یادوں کو دیکھ سکے- AGI اس چپ کی شکل میں موجود ہو سکتا ہے، یعنی انسان اور AGI کا امتزاج جسے (Hybrid Intelligence) کہا جا سکتا ہے- یہ انسان کے مستقبل کا سب سے دلچسپ اور کچھ ماہرین کے مطابق، سب سے خطرناک رخ بھی ہو سکتا ہے-[5]

پروفیشنل زندگی میں AGI کا استعمال کس حد تک کیا جا سکے گا؟

میڈیکل شعبہ میں AGI کا استعمال:

میڈیکل شعبہ میں AGI کا استعمال ایک تجربہ کار ڈاکٹر کے طور پر کیا جا سکے گا جو مریض کے چہرے، آواز یا سانس سے بیماری کی علامتوں کو محسوس کر سکے گا- AGI جسے اربوں مریضوں کی ڈیجیٹل تاریخ، وراثتی معلومات، تجربہ گاہی رپورٹس اور طبی جرائد تک رسائی حاصل ہو گی- آج ڈاکٹر حضرات کو بڑھتی ہوئی آبادی، محدود وقت اور نایاب بیماریوں کی تشخیص میں شدید دباؤ کا سامنا ہے- جسے AGI ڈاکٹر ایک طبی شراکت دار کے طور پہ معاونت کرے گا، جو نہ صرف رئیل ٹائم ڈیٹا انالائز (Data Analysis) کر کے مشورہ دے گا بلکہ مریض کی جذباتی کیفیت، سابقہ علاج کی تفصیل (Treatment History) اور خطرناک پیچیدگیوں کی بھی نشاندہی کرے گا-

تعلیمی میدان میں AGI کا استعمال:

تعلیمی میدان میں AGI کے استعمال سے روایتی تعلیمی نظام سے چھٹکارا حاصل ہو گا جس میں مختلف ذہنوں والے بچوں کو استاد ایک ہی انداز میں پڑھاتا ہے- لکھاری اپنے تجربے سے جانتا ہے کہ ایک طالب علم کو پڑھانے کے لیے نہ صرف علم بلکہ نفسیاتی فہم، صبر اور طریقہ کار کی تبدیلی بھی ضروری ہوتی ہے- آج کے اساتذہ کو وقت، وسائل اور personalized attention کی شدید قلت ہے- AGI ہر طالب علم کی یادداشت، ذہنی رجحان، اور دلچسپی کو سمجھ کر اسے مخصوص انداز میں سکھائے گا جیسے ایک تجربہ کار استاد قابل شاگرد کے مزاج سے واقف ہوتا ہے- Google نے 2024 میں "LearnLM" کے نام سے ایک نیا AI ماڈل متعارف کرایا ہے، جو تعلیم کے شعبے میں انقلابی تبدیلیاں لا رہا ہے-[6] استاد کی اہمیت اس لیے باقی رہے گی کہ AGI سکھا سکے گا مگر سٹوڈنٹس میں سیکھنے کا ذوق و شوق صرف انسان ہی اُجاگر کر سکتا ہے-

انجنیئرنگ میں AGI کا استعمال:

انجنیئرنگ فیلڈ میں 99٪ وقت کسی مسئلے کی تشخیص، ڈیٹا کلیننگ اور simulation میں ضائع ہو جاتا ہے جہاں تخلیق کا اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے- انجینئرز وقت کی قلت اور پیچیدہ عمل کے باعث تخلیقی توانائی کھو بیٹھتے ہیں- جس کیلئے AGI بڑی مقدار میں ڈیٹا، بجٹ، ماحولیاتی اثرات، مسئلے کی تشخیص اور ساختی خطرہ (Structural Risk) کا تجزیہ کر کے انجینئر کو تخلیق کا وقت دے سکے گا- یہ بات قابل ذکر ہے کہ مصنوعی ذہانت (AI) اور مشین لرننگ (ML) کے میدان میں مختلف ادارے اور کمپنیاں انجینئرنگ ڈیزائن اور سمیولیشن کے عمل کو بہتر بنانے کے لیے کام کر رہی ہیں- مثال کے طور پر، Autodesk اور Bentley Systems جیسی کمپنیاں اپنے سافٹ ویئر میں AI اور ML کی خصوصیات شامل کر رہی ہیں تاکہ ڈیزائن کے عمل کو مزید مؤثر بنایا جا سکے- ان سافٹ ویئرز میں پلوں، عمارتوں اور دیگر ساختی ڈھانچوں کی منصوبہ بندی کیلئے مختلف سافٹ وئیر (موبائل میں جس طرح ایپس) اور سمیولیشن ماڈیولز شامل ہیں-

AGI پر مختلف ممالک کی سرمایہ کاری:

امریکہ اور چین کی قیادت میں کئی ممالک مصنوعی عمومی ذہانت (AGI) اور مصنوعی ذہانت (AI) میں سرمایہ کاری کر رہے ہیں جن میں یوکے، کینیڈا، جرمنی، فرانس،

[5]https://api.pageplace.de/preview/DT0400.9781292401171_A41586057/preview-9781292401171_A41586057.pdf
[6]https://techcrunch.com/2024/05/14/learnlm-is-googles-new-family-of-ai-models-for-education/

جاپان، اسرائیل، سویڈن، آسٹریلیا، بھارت، جنوبی کوریا اور متحدہ عرب امارات شامل ہیں- لیکن کوئی بھی ملک ابھی تک AGI حاصل نہیں کر سکا جس کی وجہ یہ ہے کہ AGI کی کامیابی کا انحصار موجودہ AI کی ترقی پر منحصر ہے، جس میں سرمایہ کاری، تحقیقی پیداواری صلاحیت کا حصول اور بڑے پیمانے پر طاقتور نمونوں کی ترقی بھی شامل ہے- 2024ء میں، امریکی محکمہ دفاع سمیت نجی شعبے نے AI میں 109 بلین ڈالر سے زیادہ کی سرمایہ کاری کی- امریکی ٹیک کمپنیاں، بشمول Google (DeepMind)، OpenAI، Microsoft، اور Meta، AGI تحقیق میں سب سے آگے ہیں- ان کمپنیوں نے GPT-4 اور جیمنی جیسے بڑے زبان کے نمایاں ماڈل جاری کیے ہیں- چین میں AGI اور AI پر سرمایہ کاری 2025ء میں 98 بلین ڈالر تک پہنچ سکتی ہے، جس کا ایک بڑا حصہ حکومتی مالی امداد، AI اسٹارٹ اپس (Zhipu AI)، (DeepSeek) اور چینی ٹیک کمپنیاں، علی بابا (Alibaba)، ٹینسنٹ (Tencent) اور بیدو (Baidu) کا سرمایہ کاری شامل ہوتا ہے-

امریکہ اور چین سب سے زیادہ سرمایہ کاری کر رہے ہیں اور زیادہ تر AI ڈیولپمنٹ میٹرکس میں سر فہرست ہیں- تاہم، حقیقی AGI کے ہدف کی طرف کامیابی ایک مسلسل کوشش ہے، جو AI کے عروج اور AGI کی ابتداء کہلائے گی جس میں ابھی تک کوئی بھی ملک حتمی مقصد حاصل نہیں کر سکا-

AGI کے نقصانات:

بہت سے ماہرین اس بات کا خدشہ ظاہر کرتے ہیں کہ مصنوعی عمومی ذہانت (AGI) کی ترقی جہاں انسانیت کے لیے بے شمار ترقی کے مواقع فراہم کرتی ہیں، وہیں اس کے ساتھ کئی سنگین خطرات بھی جڑے ہوئے ہیں- اُن کا کہنا ہے کہ اگر AGI کو انسانی اقدار اور اخلاقیات کے مطابق ڈھالا نہ گیا، تو یہ انسانیت کے لیے وجودی خطرہ بن سکتی ہے- AGI کا مسئلہ اس بات پر بھی مرکوز ہے کہ کس طرح AGI نظام کو انسانی مقاصد، ترجیحات، یا اخلاقی اصولوں کے مطابق قابلِ اعتماد بنایا جائے- اگر AGI کے مقاصد انسانی اقدار سے ہم آہنگ نہ ہوں، تو یہ انسانیت کو نقصان پہنچا سکتی ہے- AGI کی خود کو بہتر بنانے کی صلاحیت اسے انسانی ذہانت سے کہیں زیادہ طاقتور بنا سکتی ہے اور یہ غیر معمولی اشتعال کا باعث بھی بن سکتی ہے- جہاں یہ نظام تیزی سے اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کرتے ہیں اور انسانی کنٹرول سے باہر ہو جائیں گے- ایک امریکی مصنوعی ذہانت محقق اور لکھاری Eliezer S. Yudkowsky اس خطرے کی نشاندہی کرتے ہوئے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اگر AGI کو مناسب طریقے سے قابو نہ کیا گیا، تو یہ انسانیت کے لیے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے-[7]

AGI کی ترقی چند بڑی کمپنیوں یا حکومتوں کے ہاتھ میں مرکوز ہو سکتی ہے، جس سے معاشرتی عدم مساوات میں اضافہ ہو سکتا ہے- یہ طاقت کا ارتکاز جمہوریت، معاشی مساوات اور انسانی حقوق کے لیے خطرہ بن سکتا ہے- AGI کی صلاحیتوں کا استعمال خود کار ہتھیاروں میں کیا جا سکتا ہے، جو بغیر انسانی مداخلت کے فیصلے کر سکتے ہیں- یہ بین الاقوامی امن و امان کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں- AGI کا استعمال معلوماتی جنگ میں کیا جا سکتا ہے، جہاں یہ جعلی خبریں، پروپیگنڈا اور سوشل میڈیا مہمات کے ذریعے عوامی رائے کو متاثر کر سکتی ہے- یہ جمہوریت، انتخابات اور معاشرتی ہم آہنگی کے لیے بھی خطرہ بن سکتا ہے-

☆☆☆

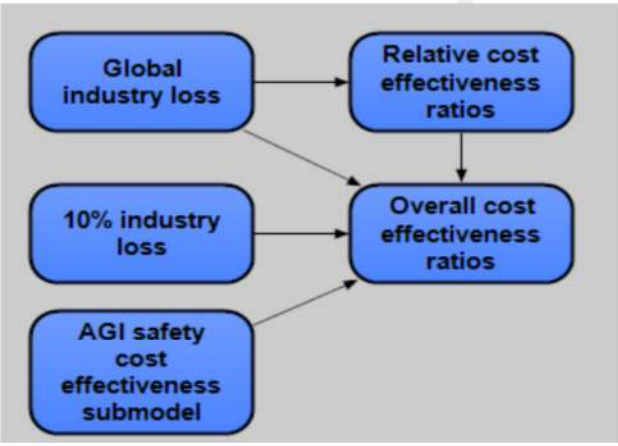

[7] https://aivips.org/eliezer-shlomo-yudkowsky/

مسلمان آبادیاں جینوسائیڈ اور قتلِ عام کا شکار

یہ گفتگو مسلم انسٹیٹیوٹ کے زیرِ اہتمام جینوسائیڈ کے انسداد کے عالمی دن (9 دسمبر 2025) پہ منعقدہ سیمینار میں کی گئی۔

سینیٹر راجہ ظفرالحق
سیکریٹری جنرل، مؤتمر العالم الاسلامی

یہ تاریخی دن انسانیت کو باور کرواتا ہے کہ جینوسائیڈ سے صرف کوئی قوم جسمانی طور پہ تباہ نہیں ہوتی بلکہ یہ عالمی ضمیر کو جھنجھوڑنے کے مترادف اور اخلاقیات سے کھلی بغاوت ہے۔ یاددہانی کا یہ لمحہ یقیناً غمگین ہے، مگر ناگزیر بھی ہے، کیونکہ یاددہانی انصاف کی طرف پہلا قدم ہے اور انصاف ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو انسانی عظمت کو اجاگر کرتا ہے۔

جب ہم انسانی تاریخ کے سیاہ ترین ابواب کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو مسلم اُمہ پر ڈھائے جانے والے ان مظالم کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جو آج بھی دنیا کے کئی حصوں میں نہایت شدت کے ساتھ جاری ہیں۔

بوسنیا میں ہونے والا جینوسائیڈ ناقابلِ فراموش ہے بالخصوص جولائی 1995ء میں سریبرینیتسا کا قتلِ عام (Massacre at Srebrenica) تمام انسانیت کے دامن پر ایک مستقل داغ ہے۔ سفاکیت کی انتہا یہ ہے کہ اقوامِ متحدہ کے زیرِ سایہ محفوظ شدہ علاقوں (Safe zones) میں 8372 سے زائد بوسنیائی مسلمان مردوں اور بچوں کو بے دردی سے قتل کیا گیا۔ ایسا جرم جسے عالمی عدالتوں نے باضابطہ طور پر جینوسائیڈ تسلیم کیا۔ ایک خاص منصوبہ بندی کے تحت اس جینوسائیڈ کی مہم کی گئی جس نے دنیا کو دہلا کے رکھ دیا۔ بوسنیا کے مسلمانوں سے ملاقات میں مجھے یہ احساس ہوا کہ وہ اپنی الگ شناخت سے پوری طرح واقف نہیں، مگر جب انہیں وحشیانہ قتل اور جبر کا سامنا کرنا پڑا تو انہیں اپنی مسلم شناخت کا شدت سے احساس ہوا۔

میانمار میں روہنگیا مسلمانوں پر ہونے والا ظلم آج بھی دنیا کے ضمیر پہ ایک طمانچہ ہے۔ پورے پورے گاؤں جلا دیے گئے، خاندان برباد ہوئے اور 10 لاکھ سے زائد افراد کو زبردستی ہجرت پر مجبور کیا گیا۔ یہ مقدمہ اس وقت بین الاقوامی عدالتِ انصاف میں زیرِ سماعت ہے، جہاں منظم تشدد اور نسل کُشی کے ٹھوس شواہد دنیا کے سامنے رکھے جا رہے ہیں۔

ہم قبرص کے ترک مسلمانوں کو بھی نہیں بھلا سکتے، جنہیں قتلِ عام، محاصروں اور جبری بے دخلی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سانحے کو عمومی طور پہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔ مجھے شمالی قبرص جانے کا موقع ملا جہاں مجھے بتایا گیا کہ ترک حکومت نے بروقت مداخلت کرکے دلیری سے مسلمانوں کے قتلِ عام کو روکا۔ مجھے یہ جان کر نہایت دکھ ہوا کہ 7 سالہ بچوں سے لے کر 70 سالہ بزرگوں کو صرف اس لیے قتل کر دیا گیا کہ وہ مسلمان ہیں۔ لمحۂ فکریہ ہے کہ یورپی یونین نے جنوبی قبرص کو تسلیم کرلیا جبکہ شمالی قبرص، اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

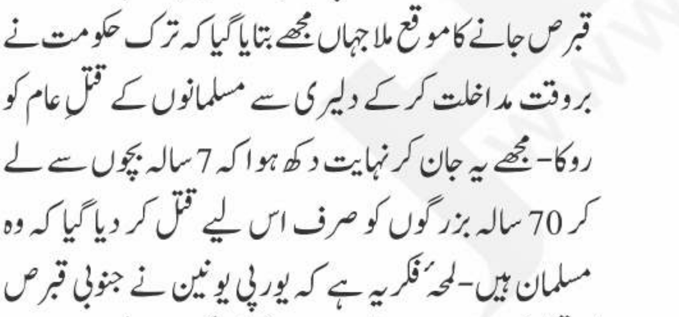

آج ہماری نظروں کے سامنے فلسطین میں ایک عظیم انسانی المیہ جاری ہے۔ فلسطینی عوام کئی عشروں سے قبضے، بمباری، زبردستی بے دخلی، گھروں کی مسماری اور بستیوں کی مکمل تباہی کا سامنا کر رہے ہیں۔ بین الاقوامی فوجداری عدالت نے اسرائیلی وزیرِ اعظم بنیامین نیتن یاہو سمیت اعلیٰ اسرائیلی قیادت کے خلاف جنگی جرائم اور انسانیت کے خلاف جرائم کے الزامات پر وارنٹ گرفتاری جاری کیے ہیں۔ عالمی عدالت نے واضح کیا ہے کہ اگر کسی سبب گرفتاری ممکن نہ ہو تو عدم موجودگی میں کارروائی کی جاسکتی ہے تاکہ انصاف کو روکا نہ جاسکے۔ یہ تاریخ میں پہلی بار ہے کہ اسرائیلی قیادت کو عالمی عدالت میں قانونی جواب دہی کا سامنا ہے۔

کشمیر میں بھی کئی عشروں سے فوجی قبضہ، جبری گمشدگیاں، مذہبی و ثقافتی شناخت کی پامالی اور بنیادی انسانی حقوق کی مسلسل خلاف ورزیاں جاری ہیں۔ اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادیں، جو استصواب رائے کا مطالبہ کرتی ہیں، آج تک نظر انداز کی جارہی ہیں۔ مجھے پاکستان کے وفد کی قیادت کرتے ہوئے اقوامِ متحدہ جانے کا موقع ملا جہاں بھارتی وزیرِ اعظم نے واضح طور پر کہا:

"ہم اب بھی اسی مؤقف پر قائم ہیں اور ہم نے اسے ترک نہیں کیا"۔

اسی طرح چیچنیا میں 1990ء کی دہائی اور 2000 کے شروع میں ہونے والی جنگ کے دوران ہزاروں بے گناہ شہری جان سے گئے، تشدد، ماورائے عدالت قتل اور بڑے پیمانے پر نقل مکانی کے دل دہلا دینے والے واقعات سامنے آئے۔

یہ تمام سانحات ایک خطرناک اور پریشان کن حقیقت کو عیاں کرتے ہیں کہ دنیا بھر میں مسلم معاشرے منظم جبر، سیاسی بے دخلی اور جینو سائڈ جیسی آفات کو جھیل رہے ہیں۔ خاموشی ظالم کو طاقت دیتی ہے۔ یہ ناانصافیاں ہمیں یہ سوال سوچنے پہ مجبور کرتی ہیں کہ یہ جرائم کیوں جاری ہیں؟ اور اس ظلم کے سفر میں ہماری اخلاقی، روحانی اور انسانی ذمہ داری کیا ہے؟

آج کا دن ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم متاثرین کو نہ صرف تعداد میں سمجھیں بلکہ انہیں خوابوں، امیدوں اور انسانی وقار کے حامل جیتے جاگتے انسانوں کے طور پر یاد رکھیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم مظلوموں کے ساتھ کھڑے ہوں، بے خوف ہو کر آواز بلند کریں، احتساب کا مطالبہ کریں اور حقیقی انصاف کو یقینی بنائیں۔

اس موقع پر مسلم انسٹیٹیوٹ کی علمی، فکری اور اخلاقی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ یہ ادارہ فکری وضاحت، اخلاقی جرأت اور روحانی بلندی کا روشن مینار بن چکا ہے اور اس کی تحقیقی و اخلاقی کاوشیں قابلِ ستائش ہیں۔

آخر میں، میں قرآنِ حکیم کی اس ابدی ہدایت کے ساتھ اپنی بات ختم کرتا ہوں:

"عدل کرو، یہی سچ کا رستہ ہے"۔

آیئے! اس یادگاری دن پر ہم سب انسانی وقار کے تحفظ کے لیے اپنے عزم کی تجدید کریں۔

☆☆☆

عصرِ حاضر میں مسلم نسل کشی:
تاریخی تسلسل، معاصر حقائق اور عالمی بے حسی

یہ گفتگو مسلم انسٹیٹیوٹ کے زیرِ اہتمام جینوسائیڈ کے انسداد کے عالمی دن (9 دسمبر 2025) پہ منعقدہ سیمینار میں کی گئی-

صاحبزادہ سلطان احمد علی

بطور انسان ہم کسی بھی بے گناہ انسانی جان کے ضیاع پر دُکھ محسوس کرتے ہیں اور تمام مظلوم افراد اور گروہوں کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کرتے ہیں- رنگ، نسل، مذہب، قومیت یا جغرافیہ کے کسی امتیاز کے بغیر انسانی جان بے حد قیمتی ہے- کسی بھی بے گناہ انسان کا قتل قابلِ مذمت اور ناقابلِ قبول ہے- مُسلم انسٹیٹیوٹ میں ہم عموماً اُن مسائل پر خصوصی توجہ دیتے ہیں جو بالخصوص مسلم دنیا سے متعلق ہیں- اسی لیے آج کے سیمینار میں ہم نے مسلمانوں کے جینوسائیڈ اور ان کے خلاف ہونے والے قتلِ عام پر خصوصی توجہ مرکوز کی ہے- دنیا بھر میں ہر وقت بے شمار واقعات رونما ہو رہے ہوتے ہیں- نتیجتاً کئی اہم مسائل نظر انداز ہو جاتے ہیں یا انہیں وہ توجہ نہیں ملتی جس کے وہ مستحق ہیں- یہی وجہ ہے کہ ہم نے حالیہ تاریخ میں جینوسائیڈ اور قتلِ عام کے باعث اپنی جانیں گنوانے والے لاکھوں مسلمانوں کی یاد تازہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے-

جب ہم جینوسائیڈ کی بات کرتے ہیں تو عموماً اسے ماضی کا ایک المناک باب سمجھتے ہیں- لیکن دنیا بھر کی مسلم آبادی کے لیے جینوسائیڈ صرف تاریخ نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے- دنیا کی کل آبادی کا ایک چوتھائی، یعنی دو ارب سے زائد مسلمان، تقریباً 195 ممالک میں آباد ہیں جن میں سے لگ بھگ 50 مسلمان اکثریتی ریاستیں ہیں- دنیا میں اس قدر آبادی کے باوجود، مسلم آبادی آج بھی بڑے پیمانے پر تشدد اور مظالم کا شکار ہونے والے سب سے زیادہ کمزور اور خطرے سے دوچار طبقات میں شمار ہوتی ہے-

اقوامِ متحدہ کے کنونشن ’’Convention on Prevention and Punishment of the the Crime of Genocide‘‘ کا آرٹیکل جینوسائڈ کی تعریف یوں بیان کرتا ہے کہ کسی قومی، نسلی یا مذہبی گروہ کو مکمل یا جزوی طور پر تباہ کرنے کی غرض سے کیے جانے والے درج ذیل افعال میں سے کوئی بھی عمل جینوسائیڈ کہلاتا ہے:

1. اُس گروہ کے افراد کا قتل کرنا-
2. گروہ کے افراد کو شدید جسمانی یا ذہنی نقصان پہنچانا-
3. جان بوجھ کر ایسا طرزِ زندگی مسلط کرنا جس کا مقصد گروہ کی مکمل یا جزوی جسمانی تباہی ہو-
4. گروہ کے اندر پیدائشوں کو روکنے کے لیے اقدامات کرنا
5. ایک گروہ کے بچوں کو زبردستی کسی دوسرے گروہ میں منتقل کرنا-

موجودہ تاریخ اس دردناک حقیقت کی گواہ ہے کہ مسلم آبادیوں کے خلاف منظم، منصوبہ بند، حتیٰ کہ ریاستی سرپرستی میں جینوسائیڈ اور بڑے پیمانے پر قتلِ عام کے واقعات رونما ہوئے- ان کی ثقافتی شناخت، تاریخی وراثت اور حتیٰ کہ جسمانی بقا تک کو نشانہ بنایا گیا- یہ سلسلہ کسی ایک خطے تک محدود نہیں بلکہ شمالی افریقہ سے مشرقی یورپ تک، وسطی ایشیا اور جنوبی ایشیا سے ہوتے ہوئے جنوب مشرقی ایشیا تک پھیلا ہوا ہے-

افسوس ناک بات یہ ہے کہ تقریباً 1 کروڑ 30 لاکھ (13 ملین) سے زائد مسلمانوں کو 26 سے زائد المناک واقعات میں جینوسائیڈ اور قتلِ عام کا نشانہ بنایا گیا- جن میں سے بہت سے واقعات براہِ راست نوآبادیاتی طاقتوں کے تحت یا ریاستی

شراکت و چشم پوشی کے ساتھ پیش آئے- ان کی تفصیل مسلم انسٹیٹیوٹ کی ٹیم کی تیار کردہ دستاویزی فلم اور رپورٹ میں دیکھی جا سکتی ہے- (دستاویزی فلم مسلم انسٹیٹیوٹ کے یوٹیوب چینل پہ دیکھی جاسکتی ہے)

افسوسناک امر یہ ہے کہ، یہ قتلِ عام وسیع پیمانے پر آج بھی جاری ہیں- اگرچہ ان میں سے بے شمار واقعات جینوسائیڈ کی تعریف پر پورا اُترتے ہیں، لیکن بدقسمتی سے انہیں عالمی سطح پہ ابھی تک تسلیم نہیں کیا گیا کیونکہ مسلمانوں کی قیادت نے انہیں تسلیم کروانے کی سنجیدہ کوششیں نہیں کیں- فلسطین ہو یا مقبوضہ جموں و کشمیر میں مسلمانوں کا خوفناک ترین قتلِ عام ایسی بے شمار داستانوں میں سے صرف چند مثالیں ہیں-

یہ المیہ آج بھارت کے اندر بھی جاری ہے، جہاں مسلمانوں کو درپیش خطرات تیزی سے بڑھ رہے ہیں- بہت سی انسانی حقوق کی تنظیمیں اور جینوسائڈ سے متعلق وارننگ جاری کرنے والے ادارے اس تناظر میں پہلے ہی خطرے کی گھنٹی بجا چکے ہیں-

"Genocide Watch: Alliance Against Genocide" نے غزہ کے حوالے سے تجاویز دی کہ:

"اسرائیلی رہنماؤں کے جنگی جرائم، انسانیت کے خلاف جرائم اور جینوسائیڈ کے مقدمات کا بین الاقوامی فوجداری عدالت (International Criminal Court) میں احتساب ہونا چاہیے- تمام ریاستوں کو چاہیے کہ وہ ICC کی ان جرائم کی تحقیقات اور مقدمات میں مکمل معاونت کریں"-

اسی طرح، جینوسائیڈ واچ واضح کرتا ہے کہ:

"تقریباً 6 لاکھ 30 ہزار روہنگیا مسلمان اب بھی میانمار میں ریاستی سرپرستی میں جاری امتیازی سلوک اور نسلی تفریق کے نظام کے تحت زندگی گزار رہے ہیں"-

اقوامِ متحدہ کے میانمار پر قائم آزاد بین الاقوامی فیکٹ فائنڈنگ مشن نے نتیجہ اخذ کیا کہ روہنگیا مسلمان جاری "جینو سائیڈ" کی کیفیت کا سامنا کر رہے ہیں اور اس ادارے نے 2017ء کی میانمار کی کارروائیوں کو "نسل کشی کے ارادے" (genocidal intent) کا حامل قرار دیا- اقوامِ متحدہ کے خصوصی نمائندہ برائے اقلیتی امور متعدد بار یہ واضح کر چکے ہیں کہ مختلف خطّوں میں مسلم اقلیتیں بڑے پیمانے پر مظالم کے فوری خطرے سے دوچار ہیں اور ابتدائی انتباہی علامات، جیسے امتیازی قوانین، نفرت پر مبنی سیاسی و سماجی مہمات اور مسلم برادریوں کی سکیورٹائزیشن کو برسوں سے نظر انداز کیا جارہا ہے-

اسی طرح، ایمنسٹی انٹرنیشنل، ہیومن رائٹس واچ اور اقوامِ متحدہ کے دفتر برائے انسانی حقوق (OHCHR) نے مختلف علاقوں میں مسلم آبادیوں کے خلاف منظم جبر، ماورائے عدالت قتل، آبادی کے تناسب میں انجینئرنگ، بڑے پیمانے پر نظربندیاں اور ان کی ثقافتی و مذہبی شناخت کی دانستہ تباہی کو تفصیل کے ساتھ دستاویزی شکل دی ہے- بالخصوص بھارت میں، ہیومن رائٹس واچ اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کی عینی شواہد سے تصدیق شدہ رپورٹس میں ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان گھروں اور املاک کی غیر قانونی مسماری، ماورائے عدالت قتل، شہریت کی تصدیقی اسکیموں کے تحت بے وطنی کے خطرے، گاؤ رکھشا کے نام پر ہجومی تشدد اور نفرت انگیز تقریروں میں تیزی سے اضافے کا سامنا کر رہے ہیں، خاص طور پر انتخابی ادوار میں- صرف سال 2024ء میں ایسے 1165 واقعات ریکارڈ کیے گئے- مزید برآں، بھارت

میں شہروں اور عوامی مقامات کے نام بدلنا، مثال کے طور پر الٰہ آباد کو پریاگ راج، فیض آباد کو ایودھیا اور تاریخی طور پر مسلم شناخت رکھنے والی سڑکوں یا ریلوے اسٹیشنوں کے ناموں کی تبدیلی، مسلم کمیونٹی کی تاریخی اور ثقافتی شناخت کو مٹانے کے خطرے کو جنم دیتا ہے۔

تلخ حقیقت یہ ہے کہ ان واضح اور تشویشناک علامات کے باوجود، مسلم آبادیوں کی نسل کشی پہ مسلم دنیا نے مجموعی طور پر آواز نہیں اٹھائی، نہ اسے بین الاقوامی فورمز پر مربوط، تحقیقی اور ادارہ جاتی انداز میں پیش کیا گیا۔

جب اسلاموفوبیا کے مسئلے کو اجتماعی طور پر اٹھایا گیا اور اقوامِ متحدہ میں پیش کیا گیا، تو اس کے نتیجے میں عالمی سطح پر تسلیم شدہ دن اور ایک بین الاقوامی پالیسی مباحثہ وجود میں آیا۔ مسلمانوں کی نسل کشی بھی کم از کم اسی سنجیدگی، اسی ہم آہنگی، اور اسی عزم کی مستحق ہے۔

اپنی گفتگو کے اختتام پر، میں ایک بار پھر اس بات پر زور دیتا ہوں کہ ہر معصوم انسان کی جان بنا تفریق یکساں طور پر قیمتی ہے اور اس کے تحفظ کے لیے توجہ ضروری ہے۔ مسلم آبادیوں پر ہونے والی نسل کشی اور قتل عام کو اجاگر کرنا مُسلم انسٹیٹیوٹ کے ان مقاصد کے عین مطابق ہے جن کے تحت ہم مسلم دنیا سے متعلق مسائل کی تشخیص، ان پہ تحقیق، تجزیہ اور مکالمے کو فروغ دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

وقفہ سوال و جواب

سوال: مسلمانوں کے خلاف جینوسائڈ کی وجوہات کیا ہیں اور مستقبل میں اسے کس طرح روکا جاسکتا ہے؟

جواب: علامہ اقبال نے ارمغانِ حجاز میں عالمِ برزخ کے عنوان سے ایک نظم لکھی ہے۔ اس نظم میں ایک سو سالہ مردہ انسان زمین سے پوچھتا ہے:

"قیامت کیا ہے؟"

زمین جواب دیتی ہے:

"قیامت کا مطلب دوبارہ اٹھ کھڑا ہونا ہے"۔

مردہ جواب دیتا ہے کہ اگر قیامت دوبارہ اٹھنے کا نام ہے تو میں دوبارہ اٹھنا نہیں چاہتا۔

زمین کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا بھی ہے جو دوبارہ زندہ نہیں ہونا چاہتا؟

غیب سے ایک آواز آتی ہے:

نے نصیبِ مار و کژدُم، نے نصیبِ دام و دَد
ہے فقط محکوم قوموں کے لیے مرگِ ابد
بانگِ اسرافیل اُن کو زندہ کر سکتی نہیں
رُوح سے تھا زندگی میں بھی تہی جن کا جسَد
مر کے جی اُٹھنا فقط آزاد مردوں کا ہے کام
گرچہ ہر ذی رُوح کی منزل ہے آغوشِ لَحد

یعنی ہمیشہ کی موت کمزور قوموں کا مقدر ہوتی ہے۔ دوبارہ اٹھ کھڑا ہونا صرف آزاد انسانوں کا کام ہے۔

اقبال کے شارحین بانگِ اسرافیل سے مراد وہ عظیم واقعات اور آزمائشیں لیتے ہیں جو قوموں پر آتی ہیں۔ بوسنیا میں جو دلخراش واقعات پیش آئے جیسا کہ مسلمانوں کی ہیڈ ہنٹنگ (head hunting) کرنا یہ زیادہ پرانے واقعات نہیں ہیں۔ رسول اللہ (ﷺ) کی امت کے ہونے والے جینوسائیڈ یاد کرتے ہوئے ہمیں رسول اللہ (ﷺ) کے خاندان کا کربلا میں ہونے والا جینوسائیڈ نہیں بھولنا چاہئے، حضور نبی کریم (ﷺ) کے گھرانے کے غم سے بڑا غم نہیں۔ حالیہ تاریخ میں بوسنیا، کشمیر، روہنگیا اور فلسطین میں جو کچھ ہوا، ان میں سے کوئی ایک واقعہ بھی کسی قوم کو جگانے کے لیے کافی ہونا چاہیے تھا۔ مگر چونکہ "بانگِ اسرافیل" سے صرف زندہ قومیں ہی جاگتی ہیں اس لئے ہر کوئی اپنے معمولی ذاتی مفادات کے ٹکڑوں میں بٹ کر رہنے کو تیار ہے۔

اصل ضرورت ایک اجتماعی احساس کی ہے کہ ہم واقعی اس کو روکنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ مسلمان قوم اپنے بنیادی اقدار کے مطابق ایک دوسرے سے الگ تھلگ ہو کر نہیں رہ سکتی لیکن اس کے باوجود یہ ایسے رہنے کو تیار ہے۔

☆☆☆

مسلمانوں پہ ڈھائے

ظلم و بربریت کی تاریخ

(مختصر مطالعہ)

یہ گفتگو مسلم انسٹیٹیوٹ کے زیرِ اہتمام جینوسائیڈ کے انسداد کے عالمی دن (9 دسمبر 2025) پہ منعقدہ سیمینار میں کی گئی۔

ایمبیسیڈر (ر) افراسیاب مہدی ہاشمی

مسلمانوں پر مظالم کی تاریخ ہمارے حضور نبی کریم (ﷺ) سے شروع ہوتی ہے۔ آپ (ﷺ) کو ستایا گیا، اتنا کہ آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہراء (رضی اللہ عنہا) اشک بار ہو جاتیں، جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں۔ آپ (ﷺ) کے صحابہ کرام اور پیروکاروں کو شعبِ ابی طالب کی گھاٹی میں محصور کر دیا گیا، جہاں وہ انتہائی تکالیف برداشت کرتے رہے۔ پھر ہجرتیں ہوئیں: پہلے حبشہ (دو مرتبہ) اور پھر مدینہ کی طرف۔ مسلمان آقا کریم (ﷺ) سے اجازت مانگتے کہ وہ ظلم کا بدلہ لیں، لیکن رحمت دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ (ﷺ) نے اجازت نہ دی۔ آخر کار قرآن کریم کی آیت مبارکہ نازل ہوئی:

"فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ ص وَاتَّقُوا اللهَ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ"[1]

"پس اگر تم پر کوئی زیادتی کرے تم بھی اس پر زیادتی کرو مگر اسی قدر جتنی اس نے تم پر کی، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو کہ اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

ہمارے لئے اسلامی تاریخ کے اوراق پر بھی نظر ڈالنا ضروری ہے۔ صلیبی جنگیں 150 برس تک جاری رہیں جن میں ہزاروں لوگ مارے گئے اور قتل و غارت ہوئی۔ پھر بغداد کا سقوط ہوا، جس کے بارے میں دنیا جانتی ہے کہ دریا کا پانی سرخ ہو گیا تھا۔ منگولوں نے چین میں مسلمانوں پر ظلم ڈھائے۔ ہم ڈریکولا کی فلم دیکھتے ہیں، ہمارے بچے بھی دیکھتے ہیں۔ جب میں لارنس کالج گھوڑا گلی میں کلاس 5 یا 6 میں تھا تو یہ فلم دیکھ کر ہمیں بہت دلچسپی ہوتی تھی۔ لیکن کسی نے ہمیں یہ نہیں بتایا کہ ڈریکولا حقیقت میں ولاد دی سوم (Vlad the Impaler) رومانیہ کا حکمران تھا۔ اس نے 22000 عثمانی ترکوں کو نیزوں پر چڑھا کر قتل کیا تھا۔ اس کے بھائی راڈو نے اسلام قبول کیا اور حافظِ قرآن بن گیا۔

جب ہم بین الاقوامی میڈیا دیکھتے ہیں تو ہمیں بتایا جاتا ہے کہ کرسٹوفر کولمبس نئی زمینیں دریافت کرنا چاہتا تھا اور امریکہ، کیوبا اور دیگر علاقوں تک پہنچا۔ لیکن اگر آپ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا پڑھیں، تو اس میں لکھا ہے کہ کولمبس نے سپین کے بادشاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازابیلا کے نام اپنے مراسلے میں ان سے اظہارِ عقیدت کیا، انہیں اسپین میں مورز (مسلمان) کو زیر کرنے پر مبارک باد دی اور پھر درخواست کی کہ اسے ہندوستان جانے کی اجازت دی جائے تاکہ وہاں بھی مورز (مسلمان) کو زیر کروایا جاسکے۔

اسٹالن کے دور میں، جب چیچن-انگوش علاقے میں بد امنی ہوئی، تو اس نے ہزاروں چیچن باشندوں کو سائبیریا جلاوطن کر دیا اور اس نے ایک ایسا کام بھی کیا جس کا بہت کم ذکر ملتا ہے۔

[1] (البقرۃ:194)

جان گنتھر کی کتاب کے مطابق روس کے اندر، اسٹالن نے سوویت یونین کی تمام انسائیکلوپیڈیاز اور لغات واپس منگوا کر ان میں سے Ingushetia کا نام نکال دیا، تاکہ مستقبل میں کوئی چیچنیا کو یاد نہ رکھ سکے-

1707ء عظیم مغل شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کا سال ہے- ان کے بعد سکھوں کا دور آتا ہے- انہوں نے لاہور کی بادشاہی مسجد، ملتان کی مرکزی عید گاہ اور راولپنڈی، پشاور اور کابل کی مساجد کو اصطبل بنا دیا- کسی مسلمان کو اذان دینے کی اجازت نہیں تھی- کسی مسلمان کو قرآن کریم کی تلاوت یا اشاعت کی اجازت نہیں تھی- یہ سکھ دور کی حقیقت ہے-

حیدرآباد، 1947–48: جواہر لعل نہرو، جو ہندوستان کے پہلے وزیرِ اعظم تھے، عظیم انسان دوست اور بین الاقوامی مدبر سمجھے جاتے ہیں، انہوں نے حیدرآباد کے خلاف فوجی کارروائی کا آغاز کیا- دو لاکھ سے زائد مسلمان قتل کیے گئے- ہندوستانی حکومت نے اسے صرف "پولیس ایکشن" کہا، لیکن یہ ہندوستانی فوج کی کارستانی تھی- نہرو نے اسے اقوامِ متحدہ میں بھی "پولیس ایکشن" ہی کہا، حالانکہ 200,000–250,000 مسلمان قتل کیے گئے تھے-

ہمارے ہاں کے دانشور اکثر کہتے ہیں کہ 1947–48 میں پٹھانوں نے کشمیر پر حملہ کیا اور اس سے پاکستان-بھارت جنگ شروع ہوئی- لیکن وہ سمجھتے نہیں-

آئین اسٹیفنز جو The Statesman اخبار کے ممتاز صحافی تھے، لکھتے ہیں کہ 200,000 سے زائد مسلمان، ڈوگروں اور آر ایس ایس کے ہاتھوں قتل اور زیادتی کا شکار ہوئے- مسلمان عورتوں کی بے حرمتی کی گئی، مظالم کیے گئے، اور یہی وہ واقعات تھے جنہوں نے پاکستان اور بھارت کے درمیان جنگ کو جنم دیا- پاکستان نے 1947–48 کی جنگ شروع نہیں کی تھی- یہ مسلمانوں پر ہونے والی زیادتیوں کا ردعمل تھا جو ڈوگرہ حکمرانوں نے، آر ایس ایس کی شمولیت کے ساتھ کی تھیں-

جب گجرات کا سانحہ پیش آیا، میں اس وقت نئی دہلی میں پاکستان کا نائب سفیر (ڈپٹی ہائی کمشنر) تھا- بھارتی صحافیوں نے مجھے نجی طور پر بتایا کہ نریندر مودی کی حکومت میں 10000 سے زیادہ مسلمان قتل کیے گئے اور ان کی عورتوں اور بچوں تک کی بے حرمتی کی گئی- یعنی اصل تعداد 10000 کے قریب یا اس سے زیادہ تھی-

جو کچھ فلسطین میں ہو رہا ہے یہ مسلمانوں کی معاصر تاریخ کا سب سے بڑا المیہ ہے، فلسطین کے معزز سفیر ڈاکٹر زہیر موجود ہیں، ان کی موجودگی میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان کے پہلے وزیرِ خارجہ سر ظفر اللہ خان، فلسطین کے بھی پہلے de facto وزیرِ خارجہ تھے- انہوں نے اس وقت فلسطینی عوام کی مدد اور حمایت کیلئے زبردست جدوجہد کی-

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کے دور کو، جسے مائیکل ہارٹ نے اپنی کتاب "The 100" میں 52ویں نمبر پر رکھا، اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ وہ ہمارے آقا کریم (ﷺ) کے بعد عظیم شخصیت ہیں، انہیں یروشلم کے مسیحی پیشوا نے دعوت دی- آپ نے ایک چرچ کا دورہ کیا- کچھ وقت گزارنے کے بعد آپ نے پادری سے فرمایا کہ نماز کا وقت ہے- کیا میں باہر جا کر نماز پڑھ لوں؟ پادری نے کہا کہ آپ یہاں چرچ کے اندر نماز پڑھ سکتے ہیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں- لیکن حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں یہاں نماز نہیں پڑھوں گا، کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کل کچھ مسلمان یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ چونکہ عمر نے چرچ میں نماز پڑھی تھی، اس لیے ہمیں چرچوں پر قبضہ کرنے کا حق ہے- اسلام انتہائی رواداری کا مذہب ہے-

☆☆☆

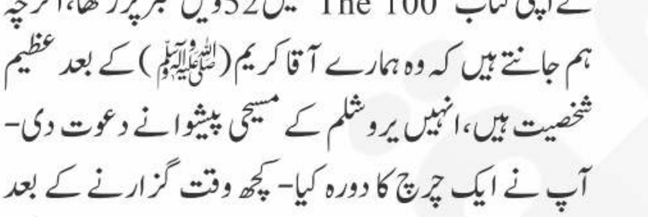

انسانی حقوق کی پامالی

بوسنیا کے مسلمانوں کی نسل کشی کا جائزہ اور اسباق

میجر جنرل (ر) خالد عامر جعفری
سابق سفیر پاکستان برائے بوسنیا

یہ گفتگو مسلم انسٹیٹیوٹ کے زیرِ اہتمام جینوسائیڈ کے انسداد کے عالمی دن (9 دسمبر 2025) پہ منعقدہ سیمینار میں کی گئی۔

یہ موضوع میرے لیے خاص طور پر تکلیف دہ ہے، کیونکہ میں نے بوسنیا میں اپنی آنکھوں سے اُن لوگوں کی نسلوں کو دیکھا ہے جنہوں نے یہ مظالم سہے، وہ علاقے دیکھے ہیں جو جینوسائیڈ کا حصہ تھے، قبریں دیکھیں۔ یہ جدید یورپی تاریخ کے سب سے تاریک ابواب میں سے ایک ہے۔ بوسنیا کی جنگ کے دوران ہونے والا جینوسائیڈ ایک تکلیف دہ عمل ہے لیکن اس کی یاد دہانی ضروری ہے۔ اس بات کو سمجھنا کہ یہ ہولناک واقعات کیسے پیش آئے، ہمیں اس قابل بناتا ہے کہ ہم مستقبل میں ایسے سانحات کا راستہ روک سکیں۔ بد قسمتی سے، یہ واقعات دہرائے بھی جاتے ہیں۔

بوسنیائی جینوسائیڈ کوئی اچانک یا تنہا رونما ہونے والا واقعہ نہیں تھا۔ یہ سیاسی جوڑ توڑ، نسلی قوم پرستی اور ایک پوری قوم کو مٹانے کی سوچی سمجھی مہم کا نتیجہ تھا۔ 1992 سے 1995 کی جنگ کے دوران ایک لاکھ سے زائد افراد قتل ہوئے، لاکھوں بے گھر ہوئے اور بے شمار خاندان ٹوٹ کر بکھر گئے۔ اس سانحے کا بنیادی مقصد بوسنیائی مسلمانوں کی منظم نسل کشی تھی۔۔۔جسے سابق یوگوسلاویہ کیلئے قائم بین الاقوامی فوجداری ٹربیونل (ICTY) اور عالمی عدالتِ انصاف نے باضابطہ طور پر جینوسائیڈ قرار دیا۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد یورپ میں یہ واحد تسلیم شدہ جینوسائیڈ ہے۔

یہ سمجھنے کے لیے کہ بیسویں صدی میں ایسا کیسے ہو سکتا ہے، ہمیں تاریخی پس منظر دیکھنا ہو گا۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد بوسنیا و ہرزیگووینا، یوگوسلاویہ کی ایک جمہوریہ کے طور پر موجود تھا جو کئی قومیتوں پر مشتمل ریاست تھی۔ صدر جاسف براز ٹِٹو کے دور میں نسلی تناؤ موجود تو تھا مگر قابو میں رہا۔ بوسنیا ایک منفرد خطہ تھا جہاں بوسنیائی مسلمان، آرتھوڈوکس سرب اور کیتھولک کروٹس ایک ساتھ، مخلوط آبادیوں میں رہتے تھے۔ مگر 1980 میں ٹِٹو کی وفات کے بعد یوگوسلاویہ بکھرنے لگا۔ شدید معاشی بحران، سیاسی مفادات اور مرکز میں کمزور ہوتی حکومت نے ایک خلا پیدا کیا۔ اس خلا کو قوم پرست رہنماؤں نے پُر کیا۔ سب سے نمایاں نام سربیا کے سلوبودان میلوشووچ کا تھا، جو "گریٹر سربیا" کے نعرے کے ساتھ سامنے آیا۔ آج بھی ہم بعض رہنماؤں کو اس طرح کی زبان استعمال کرتے دیکھتے ہیں۔ مثلاً مودی کا "اکھنڈ بھارت"۔ یہ مماثلت حیران کن ہے۔ میلوشووچ کی زبان نے پرانے زخم ہرے کیے، خوف پیدا کیا اور سرب باشندوں کو مظلوم بنا کر پیش کیا کہ انہیں "بچانے" کی ضرورت ہے۔ یہ بیانیہ تیزی سے پھیلا اور اس نے یوگوسلاویہ بھر میں پہلے سے موجود تناؤ کیلئے جلتی پہ تیل کا کام کیا۔

1991ء میں جب سلووینیا اور کروشیا نے آزادی کا اعلان کیا تو جنگ چھڑ گئی۔ بوسنیا، جہاں کوئی ایک کمیونٹی اکثریت میں نہ تھی اور سیاسی توازن نازک تھا، اگلا ہدف بنا۔ مارچ 1992ء میں آزادی کے لیے ریفرنڈم ہوا۔ اکثریت نے اسے منظور کیا، مگر بیشتر بوسنیائی سربوں نے بائیکاٹ کیا۔ اس کے فوراً بعد سرب رہنماؤں نے، سربیا کی پشت پناہی سے، منظم تشدد کی مہم شروع کی اور یوں بوسنیائی جنگ کا آغاز ہوا۔

شروع ہی سے یہ جنگ محض عسکری محاذ آرائی نہیں تھی، بلکہ اس میں باقاعدہ اور منظم کوشش تھی کہ بوسنیائی

مسلمانوں اور غیر سرب باشندوں کو اُن علاقوں سے نکال دیا جائے جنہیں سرب فورسز اپنا علاقہ کہتی تھیں-اسے بعد میں نسل کشی کہا گیا، یعنی لوگوں کو ان کی شناخت کی بنیاد پر قتل کرنا، جبری طور پہ بے دخل کرنا یا ہجرت پر مجبور کرنا-اقوامِ متحدہ، انسانی حقوق کی تنظیموں اور International (Criminal Tribunal for the former Yugoslavia ICTY نے ان مظالم کو تفصیل سے دستاویزی شکل دی-

سرائیوو کا محاصرہ اس جنگ کا اہم باب ہے-دارالحکومت کو تقریباً 4 سال محاصرے میں رکھا گیا، جو جدید تاریخ کا طویل ترین محاصرہ ہے-شہریوں کو نشانہ بنا کر قتل کیا جاتا تھا، بازاروں، اسپتالوں اور اسکولوں پر مارٹر گولے گرائے جاتے رہے- 11 ہزار سے زائد شہری مارے گئے، جن میں 1500 سے زیادہ بچے شامل تھے-یہ واضح تھا کہ عام لوگ حادثاتی طور پہ نشانہ نہیں بنے بلکہ براہِ راست نشانہ بنائے گئے تھے-حال ہی میں آپ نے سنا ہوگا کہ اٹلی اس حوالے سے تحقیقات کر رہا ہے - یہ کوئی الزامات نہیں، میں نے خود وہ مقامات دیکھے ہیں جہاں سے یہ اسنائپر فائر کرتے تھے-یورپ بھر سے بڑے بڑے بزنس مین اور سرمایہ دار لوگ پیسے دے کر آتے تھے اور بوسنیائی مسلمانوں، خصوصاً بچوں پر سنائپر سے گولی چلانے کی اجازت لیتے تھے، جیسے کسی سفاری میں شکار ہو رہا ہو-جب میں نے پہلی بار یہ سنا تو مجھے لگا مبالغہ آرائی کی گئی ہے-لیکن سرائیوو کے لوگوں نے کہا: "یہ وہ جگہ ہے جہاں سے ہمیں نشانہ بنایا جاتا تھا"-

میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ انسانیت اس حد تک گر سکتی ہے کہ پیسے دے کر مسلمانوں کو ویسے مارا جائے جیسے کسی شکار گاہ میں ہرن یا دوسرے جانوروں کا سنائپر سے شکار کیا جاتا ہے-مسلمانوں کے خلاف انتہاپسندانہ نفرت جو ان کے آباؤ اجداد سے چلی آرہی تھی، ان مظالم کی بنیادی وجہ تھی-

میڈیا نے مختلف کیمپ، جیسے اومارسکا، کراٹرم اور ٹرنپولجے بھی دریافت کیے جہاں قیدیوں کو بھوک، تشدد اور قتل کا سامنا کرنا پڑا- خاردار تاروں کے پیچھے نحیف و نزار قیدیوں کی تصاویر نے دنیا کو ہلا کر رکھ دیا-ریپ کو جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا گیا—خواتین اور لڑکیوں کو منظّم انداز میں زیادتی کا نشانہ بنایا گیا تاکہ انہیں خوفزدہ، رسوا اور نفسیاتی طور پر تباہ کیا جائے- ہزاروں خواتین کو مخصوص "ریپ کیمپوں" میں رکھا جاتا تھا تاکہ ان کا حمل ضائع نہ ہو سکے-حملہ آور اعلان کرتے تھے: "ہم تمہاری نسل بدل دیں گے"-بعد میں ICTY نے ریپ کو جنگی جرم اور انسانیت کے خلاف جرم قرار دیا-

سربرینیتسا کے قتلِ عام کے بارے میں آپ سب نے سنا ہوگا، اس جنگ کا سب سے دلخراش باب ہے- یہ جولائی 1995 میں مشرقی بوسنیا کے ایک چھوٹے سے قصبے میں پیش آیا-اسے 1993 میں اقوامِ متحدہ نے محفوظ علاقہ قرار دیا تھا، لیکن وہاں تعینات امن فوج نہایت کمزور، کم تعداد میں اور لڑنے کے قابل نہ تھی- 11 جولائی 1995 کو سرب جنرل رتکو ملادچ کی افواج نے اس علاقے پر قبضہ کر لیا-ڈچ امن فوج نے انہیں اندر آنے دیا- آنے والے دنوں میں 8 ہزار سے زائد بوسنیائی مسلمان مردوں اور لڑکوں کو عورتوں سے الگ کر دیا گیا، اب تک کی گنتی کے مطابق ان کی تعداد 8372 ہے جنہیں مختلف مقامات پر لے جا کر اجتماعی طور پر گولیاں مار دی گئی-زندہ بچ جانے والوں کے مطابق قاتل فائرنگ کرتے کرتے تھک جاتے، پھر کافی کا وقفہ لیتے اور واپس آکر دوبارہ قتل عام شروع کر دیتے-لاشوں کو پہلے اجتماعی قبروں میں دبایا گیا، پھر ثبوت چھپانے کے لیے قبریں کھود کر لاشوں کو مختلف جگہوں پر ٹکڑوں کی صورت میں بکھیر دیا گیا- آج تک ہر سال 11 جولائی سے قبل ان باقیات کو جمع کر کے، ڈی این اے ٹیسٹ کر کے، شناخت کے مطابق تابوتوں میں دفن کیا جاتا ہے-یہ منظر میری زندگی کے سب سے افسوسناک مناظر میں سے ایک ہے- ICTY اور عالمی عدالت دونوں نے اسے باضابطہ جینوسائڈ قرار دیا یعنی ایک قوم کے حصے کو جان بوجھ کر مٹانے کی کوشش-ہمیں ایک گودام دکھایا گیا جہاں فائرنگ ہوئی تھی-خون کے دھبے اب بھی دیواروں پر موجود

تھے۔ سربرینیتسا کا واقعہ صرف بوسنیا کا سانحہ نہیں بلکہ پوری دنیا کے لیے تنبیہ ہے۔

بین الاقوامی برادری کا ردِ عمل سست، کمزور اور افسوسناک حد تک ناکافی تھا۔ برسوں دنیا خاموشی سے نسل کشی دیکھتی رہی۔ امن فوج کے پاس اختیارات، وسائل اور سیاسی حمایت کی کمی تھی۔ صرف سربرینیتسا کے بعد، اور سرائیوو کے "مارکالی مارکیٹ" پر گولہ باری کے بعد، نیٹو نے سرب فورسز کے خلاف کارروائی کی۔ اسی کے بعد طاقت کا توازن بدلا اور ڈیٹن معاہدے پر دستخط ہوئے، جس نے جنگ ختم کی۔ مگر اتنی تاخیر مہذب دنیا کے ماتھے پہ ایک بڑا اور بدنُما داغ ہے۔

بوسنیا کے سابق صدر، حارث سیلا نجزق، جو ایک عظیم رہنما ہیں، نے مجھے بتایا کہ وہ مدد کیلئے دنیا بھر کے دارالحکومتوں میں گئے۔ آخر کار ویانا سے انہیں وہ مدد ملی، اور اگلے دن عالمی میڈیا نے بوسنیا کے مظالم کو دکھانا شروع کر دیا۔ مجھے یاد ہے کہ میں اُس وقت کوئٹہ میں تعینات تھا اور ہم نے مارکالی مارکیٹ پر حملے کی خبریں دیکھی تھیں۔ سربوں نے عجیب دعویٰ کیا کہ "یہ بوسنیائیوں نے خود کیا ہے"۔ انسان کہاں تک مضحکہ خیز بات کر سکتا ہے!

جنگ کے بعد ICTY نے جنگی جرائم، انسانیت کے خلاف جرائم اور نسل کشی کرنے والوں کے خلاف مقدمات چلائے۔ ملادچ اور کاراڈچ دونوں کو نسل کشی پر سزا ملی۔ درجنوں فوجی، سیاسی اور پولیس اہلکار بھی سزا یافتہ ہوئے۔ انصاف مکمل یا مثالی تو نہیں، لیکن ان مقدمات نے ایک مضبوط قانونی مثال قائم کی کہ بڑے جرائم کے مرتکب حتیٰ کہ سربراہِ مملکت بھی سزا سے نہیں بچ سکتے۔

اعدادوشمار صرف ایک پہلو بتاتے ہیں کہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد قتل ہوئے۔ جبکہ تقریباً 20 لاکھ بے گھر ہوئے۔ پورے پورے قصبے مٹ گئے۔ ہزاروں لوگ آج بھی لاپتہ ہیں۔ ہر عدد کے پیچھے ایک خاندان ہے، ایک خواب ہے، ایک بکھرتا ہوا مستقبل ہے۔ زندہ بچ جانے والوں کے ذہنی زخم کبھی نہیں بھرتے۔ سربرینیتسا میں جب عورتیں اور بچے بھاگ کر نزدیک ترین شہر تُزلہ پہنچے، وہاں پاکستانی بٹالین تعینات تھی اور پاکستانی بٹالین نے اپنے تمام راشن تین دن تک ان لوگوں کو کھلانے کے لیے پیش کر دیے۔ آج وہاں ان کے نام سے ایک یادگار قائم ہے، یہ میجر راجہ عزیز بھٹی کی بٹالین تھی۔

بوسنیائی نسل کشی ہمیں تلخ مگر اہم سبق دیتی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ نسل کشی لفظوں سے شروع ہوتی ہے۔ قوم پرستی، پروپیگنڈا، نفرت انگیزی، یہ سب بنیادی عناصر ہوتے ہیں۔ ایسا وقت آجاتا ہے جب ایک گروہ کو دوسرے کے لیے خطرہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ اس وقت دنیا کو جاگ جانا چاہیے۔ احتساب کے بغیر امن کمزور ہوتا ہے۔ انصاف صرف سزا کا نام نہیں، یہ سچائی، یادداشت اور تاریخ کو مسخ ہونے سے روکنے کا نام ہے۔ بوسنیا کو نشانہ بنایا گیا کیونکہ وہ بقائے باہمی کی علامت تھا۔ اسے تباہ کر کے یہ ثابت کرنا مقصد تھا کہ مختلف قومیتیں ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں۔ بوسنیا کے جینوسائیڈ کو یاد رکھنا محض سوگ نہیں، ذمہ داری بھی ہے۔ ہم ان مظلوموں کو یاد رکھتے ہیں تاکہ وہ بھلائے نہ جائیں۔ ہم ان واقعات کا ذکر کرتے ہیں تاکہ سچ جھٹلایا نہ جائے۔ ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تاکہ آنے والی نسلیں خطرے کی علامات پہچان سکیں اور ہم امن، انصاف اور انسانیت کی حرمت کے عزم کو تازہ کرتے ہیں۔ بوسنیا کی داستان ہمیں یاد دلاتی ہے کہ جینوسائڈ صرف ماضی کی قدیم ادوار میں نہیں بلکہ یہ جدید دنیا میں، مہذب معاشروں کی ناک تلے بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اسے صرف برسی پر نہیں بلکہ ہمیشہ یاد رکھنا ضروری ہے۔

آیئے! ہم مظلوموں کا احترام اس طرح کریں کہ دنیا کو ایسا بنانے کی کوشش کریں جہاں ایسے جرائم واقعی ناقابلِ تصور بن جائیں۔ ہم زندہ بچ جانے والوں کی عزت اس طرح کریں کہ سچائی، انصاف اور مصالحت کو اپنا فرض سمجھیں اور ہم اپنی مشترکہ انسانیت کا احترام اس طرح کریں کہ "پھر کبھی نہیں" صرف ایک نعرہ نہیں بلکہ حقیقت بن جائے۔

☆☆☆

حجاب بطور تہذیبی شناخت:

مذہبی آزادی اور بھارت میں اسلاموفوبیا

محمد محبوب
شعبہ سیاسیات و بین الاقوامی تعلقات - قائد اعظم یونیورسٹی

ابتدائیہ:

کسی بھی معاشرے میں ایک مخصوص مذہبی یا نسلی گروہ کے خلاف پایا جانے والا تعصب اور مختلف مواقع پہ اس کا سرعام اظہار محض ایک سادہ سا واقعہ نہیں ہوتا بلکہ اس ذہنیت کی نشاندہی کرتا ہے جو دہائیوں سے وہاں پنپ رہی ہوتی ہے- تعصب، دراصل ایک ایسا نفسیاتی اور سماجی عمل ہے جو معاشروں میں منافرت کی بنیاد پہ تشدد کو ابھارتا ہے- انہی متشددانہ رویوں کا حتمی نتیجہ اس مخصوص گروہ کی نسل کشی پہ نکلتا ہے جس کی تاریخ گواہ ہے- جب اسی تعصب کو ریاستی سرپرستی، سیاسی مفادات یا سماجی قبولیت حاصل ہو جائے تو یہ مزید بھیانک اور خطرناک شکل اختیار کر لیتا ہے جس کی واضح مثال بھارت میں ہندتوا سوچ کے زیرِ اثر اقلیت کش خصوصاً مسلمانوں کے خلاف بڑھتے ہوئے واقعات ہیں-

دنیا بھر میں باحجاب مسلمان خواتین کے خلاف واقعات:

حجاب محض ایک ثقافتی پردے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک اسلامی شناخت کی نمائندگی ہے جو ایک خاتون کی عزت و آبرو کی محافظت کی علامت ہے- حجاب کا حکم قرآن مجید اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے جسے عورت کے ایمان، حیا اور وقار سے جوڑا گیا ہے- بدقسمتی سے بھارت اور یورپ سمیت مغرب میں بڑھتے ہوئے اسلاموفوبیا کے واقعات سے مسلمان خواتین کو حجاب پہننے پہ کئی مشکلات کا سامنا رہتا ہے- ڈریک انسٹی ٹیوٹ آف ویمنز پالیسی کی 2023ء کی تحقیق کے مطابق، امریکہ میں 69 فیصد مسلم خواتین کو حجاب کی وجہ سے ہراسانی اور مذہبی امتیاز کا سامنا کرنا پڑا- کونسل آن امریکن اسلامک ریلیشنز CLAIM کے مطابق، 2024ء میں ہونے والے مسلم مخالف واقعات کا ایک اہم حصہ (71 فیصد) مسلم خواتین کو نشانہ بنانا تھا، خاص طور پر ایسی خواتین جو حجاب پہنتی ہیں- اسلاموفوبیا ریکارڈز کے مطابق، آسٹریلیا میں 75 فیصد سے زیادہ رپورٹ شدہ واقعات میں مسلمان خواتین کو نشانہ بنایا گیا- ان واقعات میں عوامی جگہوں پر حجاب اتارنے کی کوشش یا سرعام مسلم خواتین کی توہین کرنا شامل ہیں-

آسٹریا کی ایک تنظیم Dokustelle کی 2023ء میں شائع رپورٹ کے مطابق ایک ہزار سے زائد اسلاموفوبیا کے واقعات رپورٹ کیے گئے جن میں زیادہ تر متاثرین وہ خواتین تھیں جو حجاب پہنتی تھیں- فرانس کی حقوق کی محتسب کلیئر ہیدون کی جانب سے جاری رپورٹ میں 2024ء کے ایک سروے کے مطابق فرانس میں ہر تیسرا مسلمان تعصب اور امتیازی سلوک کا شکار ہے- جس کی رپورٹ کے مطابق حجاب پہننے والی 38 فیصد سے زائد خواتین کو اکثر ملازمتوں میں رکاوٹوں، کیریئر میں تعطل اور بعض اوقات کھیلوں میں شرکت پر پابندی جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے- 2016ء میں یہ اعداد و شمار صرف 5 فیصد تھے- Pew Research Center کے مطابق 61 ممالک میں مسلمان خواتین کو اپنے لباس پر حکومتی پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا- ان ممالک میں خاص طور پر ایسے قوانین نافذ کئے گئے ہیں جو حجاب پہننے کی ممانعت کرتے ہیں اور ان قوانین کو سختی سے نافذ کیا گیا-

آج حجاب صرف مذہبی مسئلہ نہیں بلکہ تہذیبی، سیاسی اور شناختی علامت بن چکا ہے- اس لیے یورپ، امریکہ، بھارت اور بعض مغربی معاشروں میں حجاب پر پابندی کی کوششیں درحقیقت اسلامی موجودگی اور مسلم شناخت کو محدود کرنے کی کوششیں ہیں-

بھارت میں بڑھتی ہوئی اسلاموفوبیا کی لہر اور حجاب کی حالیہ بے حرمتی

آج بھارت میں بڑھتے ہوئے اسلاموفوبیا کے واقعات اسی تشویش کی طرف توجہ مبذول کرتی ہے کہ کیسے 200 ملین سے زائد آبادی کو ہندوتوا کے تعصب کا سامنا ہے- اسی تعصب کی بنیاد پر بھارت میں مسلمانوں کے تاریخی آثار اور شناخت کو مٹایا جارہا ہے- آر ایس ایس اور بی جے پی کے حکومت میں آنے کے بعد ان واقعات میں تیزی آئی ہے- واشنگٹن میں قائم ایک ادارے India Hate Lab (IHL) کی رپورٹ کے مطابق 2023ء میں مسلمانوں کے خلاف نفرت پہ مبنی تقاریر کے 77 فیصد واقعات ان ریاستوں میں وقوع ہوئے جن میں بی جے پی کے وزیر اعظم نریندرا مودی کی سرپرستی میں حکومت قائم ہے- آج بھارت میں مسلمان خواتین کے حجاب اور مذہبی علامات کو نشانہ بنانا بھی اسی تعصب کا تسلسل ہے، جہاں مذہبی آزادی کو سیکولر ازم کے نام پہ کچلا جارہا ہے- زیر نظر مضمون میں ہم بھارت سمیت دنیا بھر میں انہی بڑھتے ہوئے واقعات کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے-

آج سال 2025ء کے اختتام پہ اگر ہم تھوڑا سا پیچھے مڑ کر تاریخ کا جائزہ لیتے تو جن خدشات کا ذکر بانیان پاکستان نے کیا تھا آج وہ ایک ایک کر کے سچ ثابت ہو رہے ہیں- آج بھارت میں مسلمانوں کی حالت زار اس کی شاہد ہے- سرکاری سرپرستی میں مسلمانوں کے تاریخی اور تہذیبی ورثے کو مٹایا جارہا ہے- ان سے اپنی شناخت چھینی جارہی ہے- مذہبی شعائر اور مقامات کی سرعام نہ صرف بے حرمتی بلکہ گرایا جارہا ہے- مسلمانوں کی مذہبی، سماجی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور شہری شناخت کو مختلف سطحوں پر شدید خطرات لاحق ہو چکے ہیں- اگر تھوڑا سا اعداد و شمار کی طرف جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ 2024ء میں نفرت پہ مبنی واقعات میں 77 فیصد اضافہ ہوا جس میں سے 98 فیصد مسلمانوں کے خلاف تھے-

حال ہی میں مسلمانوں کے خلاف تنگ نظری، عداوت اور بہار میں سرکاری تقریب کے دوران تعصب کا یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب بھارتیہ جنتا پارٹی (BJP) کے اتحادی اور ریاست بہار کے تشدد پسند وزیرِ اعلیٰ نتیش کمار نے ایک باپردہ خاتون نصرت پروین کو تقرر نامہ دینے کے دوران حجاب کو دیکھ کر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا کہ یہ کیا ہے اور ان کا نقاب کھینچ دیا- نتیش کمار کا یہ پہلا واقعہ نہیں تھا- اس سے پہلے وہ ماضی میں بھی ایسی غلیظ حرکتیں کرتے نظر آئے ہیں- نتیش کمار، بہار میں جنتا دل یونائیٹڈ کے صدر ہیں- وہ ماضی میں بی جے پی اور دیگر جماعتوں کے ساتھ مل کر حکومت قائم کرتے رہے ہیں- کچھ مہینے قبل وہ دوبارہ وزیر اعلی بنے ہیں- انڈیا ٹوڈے کی خبر کے مطابق، اس صدمے کے بعد ڈاکٹر نصرت پروین نے ابھی تک اپنی ڈیوٹی جوائن نہیں کی ہے- اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نتیش کمار کا یہ عمل مسلمانوں کی توہین تھی بلکہ ان کو نیچا دکھانے کی بھی کوشش تھی- یہ واقعہ صرف ایک فرد پر حملہ نہیں بلکہ بھارت میں بسنے والے کروڑوں مسلمانوں کی عزت، وقار اور آئین پر براہِ راست حملہ تھا- لکھنو میں سماج وادی پارٹی کی رہنما سمیہ رانا نے نتیش کمار کے خلاف مقدمہ بھی درج کروایا ہے-

جہاں ایک طرف ہمیں لوگ اس واقعہ کی مذمت کرتے نظر آئے ہیں- دوسری طرف یہ انتہائی افسوسناک بات ہے کہ بھارت میں حکومتی اور کچھ دیگر لوگ اس حرکت کا دفاع کر رہے ہیں- اس افسوسناک واقعہ کے دوران بہار کے وزیرِ صحت منگل پانڈے کے ساتھ وزیر اعلیٰ کے پرنسپل سیکریٹری دیپک کمار کو ہنستے ہوئے دیکھا گیا ہے- حکومتی وزیر سنجے نشاد نے واقعہ کی سنجیدگی کا احساس کرنے کی بجائے مذاق کرتے ہوئے کہا کہ یہ "بس برقعہ ہٹانے" کا معاملہ ہے- اس واقعے کے بعد ریاست اتر پردیش کے ایک وزیر کی جانب سے بھی اس عمل کا عوامی مذاق اڑایا گیا- بھارتی وزیر گری راج سنگھ نے بھی وزیر اعلیٰ کا دفاع کیا ہے-

اس واقعہ کی بھارت کی اپوزیشن جماعتوں اور مسلم تنظیموں نے شدید الفاظ میں مذمت کی اور نتیش کمار سے اس گھٹیا اقدام پہ معافی مانگنے کا مطالبہ کیا- پاکستان کی وزارت خارجہ نے کہا کہ اس اقدام سے بھارت میں مسلمان خواتین کی تذلیل کو معمول بنانے کا خطرہ لاحق ہو گیا ہے- اس طرزِ عمل سے بھارت کی مذہبی اقلیتوں، بالخصوص مسلم شہریوں، کے لیے عوامی سطح پر بے احترامی کا اظہار بھی ہوتا ہے- اس قسم کا رویہ

ہندوتوا سے متاثر سیاست سے جڑے ایک وسیع اور تشویشناک رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔

پاکستان کی وزارت خارجہ نے اس واقعہ پہ سخت رد عمل دیتے ہوئے کہا کہ ”ایک مسلمان خاتون کا حجاب زبردستی کھینچنا اور اس کے بعد اس کا تمسخر اڑایا جانا نہایت تشویشناک ہے اور اس کی سخت مذمت کی جانی چاہیے“۔ انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اس واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ کسی عوامی عہدے دار کی جانب سے کسی خاتون کا حجاب یا نقاب زبردستی ہٹانا عورت کی عزت، شناخت اور ذاتی آزادی پر سنگین حملہ ہے۔ ایسے اقدامات نا صرف خواتین کے بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہیں بلکہ معاشرے میں خوف اور عدم تحفظ کے ماحول کو بھی فروغ دیتے ہیں۔

اس سے قبل بھارت کی ریاست کرناٹکا میں حجاب کے معاملے پر مسئلہ اس وقت سامنے آیا جب سرکاری تعلیمی اداروں میں مسلم طالبات کو حجاب پہن کر کلاس میں داخل ہونے سے روکا گیا۔ ریاستی حکومت نے یونیفارم کے نام پر حجاب پر پابندی کی حمایت کی، جسے کرناٹکا ہائی کورٹ نے طرفداری کرتے ہوئے برقرار رکھا۔ یہ معاملہ بعد ازاں سپریم کورٹ تک گیا، جہاں بجوں پہ ہندوتوا تنظیموں کے پریشر کی وجہ سے واضح اور متفقہ فیصلہ سامنے نہ آسکا۔ اس تنازعے نے مسلم خواتین کے مذہبی حقوق، شناخت اور تعلیم تک رسائی پر سنجیدہ سوالات اٹھا دیے تھے۔

حجاب اور انسانی حقوق کا تحفظ:

دنیا بھر کے متعدد ممالک میں ہر سال یکم فروری کو World Hijab Day منایا جاتا ہے جس کا بنیادی مقصد لوگوں کو حجاب کے بارے میں آگاہی دینا اور حجاب کی وجہ سے مسائل کا سامنا کرنے والی مسلم خواتین کے تجربات کو سمجھنے میں مدد فراہمی ہوتا ہے۔ کچھ ممالک نے اسے سرکاری طور پر بھی تسلیم کیا ہے، جیسے 2025 میں نیویارک ریاست اور فلپائن کی قومی اسمبلی نے اس دن کو رسمی پہچان دی ہے۔ اقوام متحدہ اور دیگر بین الاقوامی انسانی حقوق تنظیمیں، جیسے ایمنسٹی انٹرنیشنل اور یو این ہیومن رائٹس ایکسپرٹ، نے بارہا حجاب پر پابندیوں کو امتیازی سلوک اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر، فرانس میں کھیلوں یا تعلیمی مواقع پر حجاب کی پابندی کو انسانی حقوق کے ماہرین نے مسلمانوں کی مذہبی آزادی اور اظہار کی آزادی کے خلاف قرار دیا۔ ان تنظیموں کا مؤقف تھا کہ کسی بھی شخص کو اس کے مذہبی لباس کی وجہ سے تعلیم، ملازمت یا عوامی زندگی میں حصہ لینے سے نہیں روکا جانا چاہیے۔ بین الاقوامی انسانی حقوق کے معاہدوں، جیسے Universal Declaration of Human Rights (UDHR) اور International Covenant on Civil and Political Rights (ICCPR)، میں بھی مذہبی عقائد کے اظہار اور لباس کے انتخاب کی آزادی کو بنیادی حق قرار دیا گیا ہے۔ اس تناظر میں حجاب نہ صرف ایک مذہبی فریضہ بلکہ مسلم خواتین کے لیے اپنی شناخت اور وقار کی علامت بھی ہے اور بین الاقوامی سطح پر اسے ایک قانونی اور سماجی طور پر محفوظ حق تسلیم کیا جاتا ہے۔

اختتامیہ:

آج دنیا بھر میں حجاب کا مسئلہ صرف مذہبی لباس یا ظاہری اظہار تک محدود نہیں ہے بلکہ یہ مسلمان خواتین کی شناخت، عزت و آبرو، وقار اور آزادی کا آئینہ ہے۔ بھارت میں حالیہ واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مذہبی لباس کے ذریعے مسلم شناخت پر حملے صرف سماجی سطح تک محدود نہیں بلکہ سرکاری اور سیاسی سطح پر بھی سرعام جاری ہے بلکہ سرپرستی بھی حاصل ہے۔ اس واقعہ نے عالمی سطح پہ واضح کیا کہ حجاب پہننے والی خواتین پر امتیاز یا ہراساں کرنا نہ صرف مذہبی آزادی بلکہ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔ دنیا کے مختلف خطوں میں امتیاز اور ہراساں کرنے والے واقعات کے باوجود، بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیمیں اور عالمی ادارے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہر عورت کو اپنے مذہبی لباس اور ثقافتی شناخت کے حق کا تحفظ حاصل ہونا چاہیے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حجاب نہ صرف ایک مذہبی فریضہ بلکہ خواتین کے مساوی حقوق کی علامت کے طور پر عالمی سطح پر تسلیم شدہ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مسئلہ پہ مسلم دُنیا اجتماعی طور پہ آواز اٹھائے اور اسے اپنے مذہبی، ثقافتی اور شناخت کے حق کے طور پہ محفوظ بنائے۔

☆☆☆

عقیدہ توحید اور اخلاقِ نبوی (ﷺ) سے کچھ اسباق، کچھ نصیحتیں

فکری خطاب: صاحبزادہ سُلطان احمد علی

سیکریٹری جنرل :اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین
خانوادۂ سُلطان العارفین حضرت سُلطان باھو قدس اللہ سرّہٗ

(میلادِ مصطفےٰ (ﷺ) و حق باھو کانفرنس، 2 جنوری، ملتان 2020ء)

انسان عام طور پہ ان نعمتوں پہ شکر بجالاتا ہے جن سے راحت ملے لیکن بعض دفعہ کچھ ایسی نعمتیں بھی ہوتی ہیں جن سے راحت نہیں ملتی لیکن ان کا بھی شکر ادا کرنا لازم ہوتا ہے- مثلاً ایک مرد مجاہد کو جہاد کے دوران میدان میں گولی لگتی ہے- گولی لگنا راحت تو نہیں ہے بلکہ تکلیف اور رنج کا باعث ہے- چونکہ وہ اللہ کی راہ میں کھڑا ہے اور قیامت کے دن وہ اس زخم کو اللہ کے دربار میں اپنے جہاد میں جانے کی گواہی کے طور پہ پیش کرے گا- اس لئے وہ رنج بھی نعمت ہے اور اس نعمت پہ بھی شکر ہو گا- لہذا ہم عام طور پہ صرف راحت والی نعمتوں پہ شکر کرتے ہیں بعض دفعہ وہ چیزیں بھی نعمت ہوتی ہیں جو بظاہر راحت نہیں دے رہی ہوتی اس لئے ہمیں ان کا بھی شکر ادا کرنا چاہیے-

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنی قدرت کو ظاہر کرنے کا اپنا ایک نظام ہے اور یہی چیزیں ہیں جو بندے کو خدا کی قدرت اور اس کی صفات کے معنی کا یقین دلاتی ہیں- یعنی، یہ چیزیں اس کی رحمت کا، اس کی طرف سے دیے گئے رزق اور اجر کا بندے کو یقین دلاتی ہیں- بعض دفعہ انسان کو یہ معلوم نہیں ہو رہا ہوتا کہ میرا معاون و مددگار کون ہے؟ مثلاً جب وہ ڈوبنے لگے تو کشتی کے تختوں کو اپنا مددگار سمجھتا ہے، اسی طرح سفر میں کہیں اس کو سایہ چاہیے تو کسی گھنے درخت کو، کسی سائبان کو، کسی مسافر خانے کو، کسی ہوٹل یا ریسٹورنٹ کو وہ اپنے لیے راحت کا سبب سمجھتا ہے- حالانکہ فی الحقیقت اس کو راحت پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے- اس لئے امید اور یقین اسباب سے بالاتر کر کے مسبب الاسباب کی طرف رکھنی چاہیے-

امام فخر دین رازی (رحمۃ اللہ علیہ) چونکہ فلسفہ، منطق اور کلام پہ بہت عظیم دسترس رکھتے تھے، انہوں نے ’’تفسیر کبیر‘‘ میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ:

’’سیدنا امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) سے ایک ملحد (atheist) ملا، اس نے آپ کے سامنے وجود صانع (کائنات کو بنانے والے) کا انکار کیا- امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے اس سے فرمایا کہ کیا تم نے کبھی سمندر کا سفر کیا ہے- اس نے کہا جی ہاں میں نے کیا ہے- آپ نے فرمایا اگر کوئی واقعہ تمہیں یاد ہو تو بیان کرو- اس بندے نے اپنا ایک واقعہ بیان کیا کہ میں ایک دن سمندر کے سفر میں طوفان میں گر گیا، وہ اتنا شدید سمندری طوفان تھا کہ کشتیاں ٹوٹ گئیں، ملاح ڈوب گئے، لوگ سازو سامان ہر چیز تباہ ہو گئی- تو جو کشتی کے ٹوٹے ہوئے کچھ تختے تھے مَیں ان میں سے کسی ایک ٹوٹے ہوئے تختے پہ سوار ہو گیا، لیکن طوفان اتنا شدید تھا کہ میرے نیچے سے وہ تختہ بھی پھسل گیا اور میں اسی کشمکش میں تھا کہ بڑی طلاطم کی موج آئی اور اس نے مجھے سمندر سے نکال کے ساحل پہ ڈال دیا- امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) نے اس سے سوال فرمایا کہ جب طوفان آیا تو تیرا اعتماد کس پہ تھا؟ اس نے کہا کہ کشتی پہ- آپ نے فرمایا کشتی تو پھر لرزنے لگی- اس نے کہا پھر میری امید ملاح پہ تھی، آپ نے فرمایا کشتی ٹوٹ گئی، ملاح ڈوب گئے، اب تیری امید کس پہ تھی؟ اس نے کہا: اس تختے پہ جس پہ میں سوار ہوا تھا- آپ نے فرمایا

پھر جب تیرے ہاتھ سے وہ تختہ بھی چھوٹ گیا تو کیا تُو نا امید ہو گیا کہ تو نے اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کر دیا؟- اس نے کہا ہاں جب مجھ سے تختہ بھی چھوٹ گیا تو میں نے امید نہیں ہاری- امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہٗ) نے فرمایا تو پھر مجھے بتا کہ اس وقت تیری امید کس سے تھی؟ کیونکہ ہم جو موحدین ہیں اللہ کی توحید پہ یقین رکھنے والے ہیں ایسی صورتحال میں جب کچھ بھی باقی نہیں رہتا، ہم لہروں کے سپرد ہو جاتے ہیں اس وقت جو امید قائم رہتی ہے اُس امید کو ہم اللہ پہ یقین کہتے ہیں- امام رازی فرماتے ہیں کہ اس سوال کا اس ملحد کے پاس کوئی جواب نہ تھا"-

اللہ تعالیٰ اپنی راہیں ایسے انداز سے دکھاتا ہے جو انسان کی عقل سے ماورا مگر دل کی یقین سے قریب ہوتے ہیں- بندہ جب اپنی توجہ، رغبت اور شعور کو رب کی طرف مرکوز رکھتا ہے، تو اسے ہر نعمت، ہر راحت، ہر کامیابی میں کسی سبب کی نہیں بلکہ اللہ کی رحمت کی جھلک نظر آتی ہے- ڈاکٹر، کاریگر، استاد سب اسباب ہیں، لیکن عطا صرف اسی کی ہے- ہر امتحان سے کامیابی، ہر قدم پر بہتری اور ہر موقع پر درست رہنمائی، یہ سب اس کی قدرت کا حصہ ہیں جو ہر چیز کو اس کے موزوں مقام پر رکھتی ہے- اصل فہم یہ ہے کہ اسباب سے اوپر اٹھ کر مسبّب کو پہچانا جائے، کیونکہ حقیقت میں سب کچھ اسی کی طرف سے ہے اور وہی سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے-

بندہ کبھی غور کرتا ہے کہ ایک ہی چیز سے کتنے مختلف پہلو نکلتے ہیں- ہر شخص اپنی اپنی استطاعت کے مطابق اس سے مختلف فوائد حاصل کرتا ہے- اس نکتے کی وضاحت سیدنا امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کے اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ:

"ایک دفعہ امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا گیا: خدا کے وجود پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) نے کوئی پیچیدہ منطقی دلائل یا سائنسی بیانات پیش نہیں کیے، بلکہ انتہائی سادہ اور حکیمانہ جواب دیا- انہوں نے فرمایا: پیدا کرنے والے اور اس کی قدرت پر میری سب سے بڑی دلیل شہتوت کا پتا ہے- سننے والے حیران رہ گئے کہ شہتوت کا پتا اس بات کی کیسے دلیل بن سکتا ہے-

امام صاحب نے فرمایا: کیا تم تسلیم کرتے ہو کہ شہتوت کے پتے کا رنگ، خوشبو، ذائقہ اور ساخت ہمیشہ یکساں رہتی ہے؟ سب نے اقرار کیا- پھر انہوں نے سمجھایا: غور کرو! جب ریشم کا کیڑا یہی پتا کھاتا ہے تو ریشم تیار کرتا ہے- شہد کی مکھی اسی پتے کا رس چوستی ہے تو شہد بناتی ہے- بکری جب یہی پتا کھاتی ہے تو دودھ دیتی ہے- ہرن جب یہی پتا کھاتی ہے تو اس کے ناف میں سے خوشبودار کستوری پیدا ہوتی ہے- اب پتا وہی ہے، لیکن ہر جاندار کی استطاعت اور اللہ کی قدرت کے تحت اس کی تاثیر بدل جاتی ہے"-

یہ ہر چیز کو اس کے صحیح مقام پر رکھنے کا نظام، یہ نظم و ضبط، خالق کی عظیم قدرت کی زندہ دلیل ہے- اگر یہی چیزیں بے ترتیب ہو کر اکٹھی ہونے لگیں تو یہ وجود کے لیے تباہی کا باعث بن جائے- یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، اور اس کی قدرت کی نشانیاں ہمیں ہر طرف، چھوٹی چھوٹی چیزوں میں اور مظاہرِ فطرت میں نظر آتی ہیں- انسان اگر غور کرے تو اسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے آثار کو کائنات کے ذرے ذرے میں پھیلا رکھا ہے-

علم کا سب سے پہلا ذریعہ ہمارے حواس ہیں- انہی حواس کے ذریعے ہم مظاہرِ فطرت سے رابطہ کرتے ہیں، ان سے سیکھتے ہیں، ان سے اثر قبول کرتے ہیں- یہی تعامل (interaction) شعور کو بلند کرتا ہے اور جب شعور بلند ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں بندے پر ایک ایک کر کے ظاہر ہوتی چلی جاتی ہیں-

لیکن بات یہ ہے کہ ان نشانیوں کو دیکھنے، سمجھنے اور ان سے معرفت حاصل کرنے کے لیے دل کی سمت درست ہونی چاہیے- اگر انسان کی سمت، اس کی توجہ اور اس کا مقصد اللہ کی طرف ہے تو پھر وہ عام واقعات اور معمولی چیزوں میں بھی خدا کی قدرت کا جلوہ دیکھ لیتا ہے- اگر سمت بگڑ جائے، تو پھر بڑے سے بڑا واقعہ بھی اس کے لیے بے معنی رہ جاتا ہے- یہی بات اولیاء کرام نے اپنے انداز میں سمجھائی ہے جیسا کہ میاں محمد بخشؒ نے فرمایا:

دودھ وجود تیرے وچ شیریں روغن دار سمانی
مرشد لاوے جاگ پرم دی تاں جمے دودھ پانی
گل وچ پھاہ غماں دا گھتّ کے ذکروں چھک مدھانی
ہمت نال محمد بخشا مکھن آیا جانی

یعنی تیرے اندر دو چیزیں ہیں ایک تیل کی طرح بھاری اور ایک دودھ کی طرح لطیف- مرشد کی راہنمائی، اخلاص اور ہمت سے جب تو اپنے باطن کو درست سمت دیتا ہے تو دودھ سے مکھن الگ ہو جاتا ہے، یعنی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے-

اسی طرح حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

قَط قلم نوں مَار نَاں جانیں تے کاتِب نام دھرایا ھو

یعنی جو اپنے نفس پر قابو نہیں پاتا، وہ اگرچہ ایمان کا دعویٰ کرے تو بھی حقیقت سے خالی ہے- یہ دراصل سمت (Direction) کی بات ہے- اگر انسان کی توجہ، نیت، اور دل کا رُخ درست ہو، تو پھر اللہ خود راستے کھول دیتا ہے، معرفت عطا کرتا ہے اور مشکلات کے گرہ خود بخود کھلنے لگتی ہے-

یہاں ایک دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ بیان کرنا چاہوں گا کہ:

”ایک بڑھیا چرخہ کات رہی تھی- ایک دن ایک ملحد (خدا کا منکر) اس کے پاس سے گزرا- شیطان کی عادت ہے کہ جہاں موقع پائے، وہاں وسوسہ ڈال دے- اس نے بڑھیا کو چرخہ کاتتے دیکھا تو رک کر طنزیہ انداز میں پوچھا: اماں! کیا تجھے بھی یقین ہے کہ اس دنیا کا کوئی چلانے والا ہے؟ تیرا کیا عقیدہ ہے؟ کیا کوئی خدا ہے جو اس نظام کو چلا رہا ہے؟

بڑھیا نے سادگی سے جواب دیا: ہاں بیٹا! میں پورے یقین سے کہتی ہوں کہ اس دنیا کا ایک چلانے والا ہے- اگر کوئی چلانے والا نہ ہو تو دنیا کا نظام یوں منظم نہیں رہ سکتا-

ملحد نے کہا: یہ تو بات کہنے کی ہوئی، مگر اس کی دلیل کیا ہے؟ وہ جانتا تھا کہ بڑھیا ان پڑھ ہے، منطق یا فلسفہ نہیں جانتی- شاید اسے خاموش کر دے گا-

بڑھیا نے مسکرا کر کہا: میرے پاس علمِ فلسفہ تو نہیں، مگر میں نے یہ بات اپنے چرخے سے سیکھی ہے-

وہ بولا: چرخے سے؟ وہ کیسے؟

بڑھیا نے کہا: بیٹا! جب تک میں اسے چلاتی ہوں، یہ چھوٹا سا چرخہ چلتا رہتا ہے- اگر میں رک جاؤں یا میری طرح کوئی چلانے والا نہ ہو تو یہ چرخہ ٹھہر جاتا ہے-

جب یہ چھوٹا سا چرخہ بغیر چلانے والے کے نہیں چل سکتا تو یہ زمین، یہ آسمان، یہ سورج، یہ چاند، یہ ہوائیں، یہ سمندر، یہ سب کچھ بغیر چلانے والے کے کیسے چل سکتے ہیں؟

ملحد خاموش ہو گیا، مگر پھر ایک اور سوال کیا: اچھا، مان لیا کہ کوئی چلانے والا ہے، مگر کیا وہ ایک ہے؟ کیا دو یا تین نہیں ہو سکتے؟

بڑھیا نے کہا: نہیں، وہ ایک ہی ہے-

اس نے کہا: اس کی کیا دلیل ہے؟

بڑھیا نے اپنے چرخے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ”میرا بیٹا، دیکھ! یہ چرخہ جب میں اکیلی چلاتی ہوں تو ٹھیک چلتا ہے- اگر اس میں کوئی دوسرا بھی ہاتھ ڈال دے، تو یہ اپنے دھاگے توڑ دیتا ہے، اس کے پہیے الجھ جاتے ہیں اور سارا نظام بگڑ جاتا ہے- اسی طرح اگر اس دنیا کو ایک سے زیادہ چلانے والے ہوتے، تو یہ نظام بگڑ جاتا- کبھی دن رات کے ساتھ ٹکراتا، کبھی زمین آسمان سے الجھتی- مگر چونکہ سب کچھ ایک ترتیب میں ہے، ایک توازن کے ساتھ چل رہا ہے، اس لیے یقیناً چلانے والا ایک ہی ہے“-

سبحان اللہ! یہ سادہ بات ایک ان پڑھ بڑھیا کی زبان سے نکلی، مگر اس میں وہ حکمت چھپی تھی جو بڑے بڑے فلسفیوں کی عقل سے ماورا ہے- یہی اصل نکتہ ہے کہ جب دل کی سمت درست ہو جاتی ہے تو وہ معمولی چیزوں سے بھی حقیقت کے دروازے تک پہنچ جاتا ہے- علم، فلسفہ، منطق یہ سب اپنی جگہ اہم ہیں، مگر اصل بنیاد دل کی اخلاص بھری سمت ہے- جب نیت صاف ہو، ارادہ سچا ہو، اور فکر کا رُخ خدا کی طرف ہو تو بندہ چھوٹی چھوٹی چیزوں سے بھی بڑی حقیقتیں اخذ کر لیتا ہے اور اس کیلئے معرفت، قربِ الٰہی اور رضا کا راستہ آسان ہو جاتا ہے-

قرآنِ کریم خود اپنے بارے میں فرماتا ہے کہ:

"يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ "[1]

"وہ اس (قرآن مجید) سے بہت لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے اور بہت لوگوں کو اس سے ہدایت دیتا ہے، اور وہ صرف فاسقوں کو ہی اس سے گمراہی میں مبتلا کرتا ہے"۔

یعنی قرآن کریم ایک ہی ہے، مگر اس کے اثرات مختلف ہیں-فرق صرف ایک سمتِ فکر کا ہے- جس کا دل درست سمت میں ہے، نیت سچی ہے، وہ قرآن کریم سے ہدایت پاتا ہے اور جس کا دل ٹیڑھا ہے، نیت میں کھوٹ ہے، وہ اسی قرآن کریم کو پڑھ کر گمراہ ہو جاتا ہے- گویا جب دل اور فکر کا قبلہ درست ہو جائے تو بندہ درست نتیجے تک پہنچتا ہے-

اسی لیے بعض اوقات ان پڑھ، سادہ دل لوگ بھی، اگر ان کی نیت پاک ہو، تو وہ ایسی معرفت تک پہنچ جاتے ہیں جہاں بڑے بڑے فلسفی اور مناظر حیران رہ جاتے ہیں- یہی وجہ ہے کہ بزرگانِ دین میں ایک طبقہ "اُمّی صوفیاء" کا معروف ہے- "اُمّی" سے مراد وہ لوگ جو باضابطہ مدارس یا مکتبوں میں علومِ ظاہری حاصل نہیں کرتے، مگر علمِ باطنی میں راسخ ہوتے ہیں- ان کے دل کی روشنی، ان کی سمت کی درستی اور ان کا تقویٰ انہیں براہِ راست حقیقت تک پہنچا دیتا ہے-

خود امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) فقہ و حدیث میں عظیم تر درجہ کے عالم تھے- وہ جب بھی کسی مشکل اور گہرے مسئلہ میں پھنس جاتے تو حضرت شیبان الرّاعیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے فیض پاتے تھے- حضرت شیبان الرّاعیؒ بظاہر "اُمّی" تھے-

"ایک مرتبہ امام احمد بن حنبلؒ جو ابتدا میں صوفیاء کے بارے میں قدرے محتاط رائے رکھتے تھے، امام شافعیؒ سے عرض کرنے لگے: مَیں آج ان اُمّی بزرگ (حضرت شیبان الرّاعیؒ) کی اصلاح کرنا چاہتا ہوں، تاکہ ان کے نظریے کو سمجھا جائے-

امام شافعیؒ نے فرمایا: احمد! ایسا مت کرو، وہ لوگ دل کے ذوق والے ہیں، ان کا علم وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں ہمارا ختم ہوتا ہے-

لیکن امام احمدؒ بضد ہوئے- چنانچہ وہ حضرت شیبان الرّاعیؒ کے پاس گئے اور سوال کیا: اگر کسی شخص کی ایک نماز قضا ہو گئی اور بعد میں اسے یاد نہیں رہا کہ وہ ظہر تھی یا عصر یا مغرب تو اب وہ کیا کرے؟ کس نماز کی قضا لوٹائے؟

حضرت شیبانؒ نے تبسم فرمایا اور کہا: احمد! اُس بندے نے اپنے خالق کو بھلا دیا، اپنے معبود سے غفلت برتی- اب اسے یہی سزا دی جائے کہ اپنے پروردگار کی یاد سے کبھی غافل نہ ہو-

یہ سن کر امام احمد بن حنبلؒ بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو امام شافعیؒ نے فرمایا: میں نے کہا تھا احمد، شیبان کو مت آزماؤ- وہ تقویٰ کو وہاں سے جانتا ہے جہاں ہماری دلیلیں ختم ہو جاتی ہیں"-

یہی وہ حقیقت ہے جو "اُمّی صوفیاء" کے طبقے کو ممتاز کرتی ہے کہ بظاہر یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے منطق نہیں پڑھی، علمِ کلام نہیں پڑھا، مگر سمت درست تھی، دل بیدار تھا اسی لیے وہ ہمیشہ درست نتیجے تک پہنچتے تھے-

یہ چند باتیں دراصل سمت (Direction) کے اعتبار سے ایک تمہید تھیں- اب میں دو بنیادی پہلوؤں پر گفتگو کرنا چاہوں گا، ایک کا تعلق عقیدہ سے ہے اور دوسرا اخلاق سے- یہ دونوں ایسے عناصر ہیں کہ اگر ان میں بگاڑ پیدا ہو جائے، تو چاہے علم کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو، انسان راہِ راست سے ہٹ جاتا ہے- علم کا زیادہ ہونا ہمیشہ ہدایت کی علامت نہیں ہوتا- اگر ایسا ہوتا، تو واصل بن عطا اور اس کے ماننے والے معتزلہ گمراہ نہ ہوتے کیونکہ وہ تو منطق کے امام کہلاتے تھے، مگر اسی علم کی زیادتی اور عقل پرستی نے ان کو درست نتائج سے محروم کر دیا-

[1] (البقرۃ:26)

اس کے برعکس، جن کے عقیدہ و اخلاق کی سمت درست تھی، جیسے امام ابوالحسن اشعریؒ، امام ابو منصور ماتریدیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابو جعفر الطحاویؒ نہ صرف ہدایت یافتہ بنے بلکہ دوسروں کے رہنما بھی بن گئے-

ہمارے ہاں آج کل کچھ ایسے مباحث جنم لے رہی ہیں جن پر لوگ غور نہیں کرتے-کچھ خطیبانہ اور دلکش جملے انسان کے ذہن کو اس طرح الجھا دیتے ہیں کہ وہ حق و باطل میں فرق نہیں کر پاتا-حالانکہ اگر کتاب و سنت کی روشنی میں چشمے لگا کر بات کو دیکھا جائے، تو ہر ابہام دور ہو جاتا ہے-

اصل مسئلہ صرف سمت (Direction) کا ہے-یہی سمت کا بگاڑ عقیدہ میں بھی ظاہر ہوتا ہے اور اخلاق میں بھی-آج کے دور میں ان دونوں میں بگاڑ اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے-عقیدے میں الجھن اور اخلاق میں گراوٹ کا جو حال ہمارا ہو چکا ہے، ایسا زوال، ایسی پستی اور ایسی ذلت شاید دنیا کی کسی قوم کی تاریخ میں بھی نہیں ملتی-

اگر ہم اخلاق پر نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ اخلاق کی بنیاد دل ہے-انسان کا دل، وہ مقام ہے جہاں اس کے سارے علوم، نیتیں اور ارادے جمع ہوتے ہیں اور انہی سے اس کی سمت طے ہوتی ہے-لیکن اس دل کا اظہار زبان سے ہوتا ہے-اسی لیے مولانا جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں:

آدمی مخفیست در زیر زبان
این زبان پردست بر در گاہ جان

”آدمی (کا اصل باطن) زبان کے نیچے چھپا ہوتا ہے-زبان دراصل دل (یا جان) کے دروازے پر ایک پردہ ہے“-

رومیؒ اس کی مثال دیتے ہیں کہ گھر کے اندر کچن، صحن، کمرے، سب کچھ موجود ہوتا ہے، لیکن باہر سے آنے والا کچھ نہیں جانتا، جب تک کہ دروازے یا ڈیوڑی کا پردہ نہ ہٹے-جیسے ہی پردہ ہٹتا ہے، پورا گھر سامنے آجاتا ہے-اسی طرح انسان بھی اپنی زبان کے پردے کے پیچھے چھپا ہوتا ہے؛ جب تک زبان بند ہے، کسی کو معلوم نہیں کہ اس کے دل میں کیا ہے، مگر جب زبان کھلتی ہے، تو انسان کا باطن ظاہر ہو جاتا ہے-

حضرت عُبادہ بن صامت (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

”اَضْمِنُوْا لِیْ سِتًّا مِّنْ أَنْفُسِکُمْ أُضْمِنْ لَکُمُ الْجَنَّةَ“

”تم مجھے اپنی طرف سے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں“-

1-”اَصْدِقُوْا إِذَا حَدَّثْتُمْ“ ”جب بولو تو سچ بولو“

2-”وَأَوْفُوْا إِذَا وَعَدْتُّمْ“ ”وعدہ کرو تو پورا کرو“

3-”وَأَدُّوْا إِذَا اؤْتُمِنْتُمْ“

”تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو وہ صاحبِ امانت کو ادا کرو“

4-”وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُمْ“

”اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو“

5-”وَغُضُّوْا أَبْصَارَکُمْ“

”اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھو“-

6-”وَکُفُّوْا أَیْدِیَکُمْ“[2]

”اپنے ہاتھوں کو (ظلم سے) روک کر رکھو“

ان صفات کی تائید قرآنِ مجید نے سورۃ المؤمنون کے آغاز میں فرمائی-ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ“

”بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے“-

”الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ“

”جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں“

”وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ“

”اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے“

”وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّکٰوةِ فٰعِلُوْنَ“

”اور وہ کہ زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں“-

”وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ“[3]

”اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں“-

یہاں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی علامتیں واضح کیں کہ وہ اپنی زبان کو بیہودگی اور لغویات سے محفوظ رکھتے ہیں اور اپنی

[2](مسند إمام أحمد بن حنبل / مكارم الأخلاق / صحيح ابن حبان / مستدرك على الصحيحين)

[3](المومنون:1-5)

شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں- گویا ایمان کی ابتدا زبان کی پاکیزگی سے اور اس کی تکمیل عفت و عصمت سے ہوتی ہے-

یہی مفہوم سورۃ النور میں مزید کھولا گیا، جہاں فرمایا گیا کہ نگاہوں کی حفاظت ہی دراصل شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَيَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ ؕ ذٰلِكَ اَزۡكٰى لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا يَصۡنَعُوۡنَ ۝" [4]

"آپ مومن مردوں سے فرمادیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں، یہ ان کیلئے بڑی پاکیزہ بات ہے- بے شک اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو یہ انجام دے رہے ہیں"-

یہی بات اللہ تعالیٰ نے ایمان والی خواتین کیلئے فرمائی:

"وَقُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ يَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِهِنَّ وَيَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَهُنَّ" [5]

"اور آپ مومن عورتوں سے فرمادیں کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں"-

کئی مفسرین نے اس جانب توجہ دلائی کہ اس مقام پہ آنکھوں کو جھکانے کا شرمگاہ کی حفاظت سے پہلے آنا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اگر نظروں میں حیا پیدا ہو جائے پورے جسم میں حیا پیدا ہو جاتا ہے- یوں قرآن کریم ہمیں یہ شعور دیتا ہے کہ گناہ کا پہلا دروازہ آنکھ ہے- جب نگاہ قابو میں رہے، تو دل پاک رہتا ہے، اور جب دل پاک ہو تو عمل محفوظ رہتا ہے- لیکن اگر آنکھ بے لگام ہو جائے، تو دل میں خواہشات کا ہجوم پیدا ہوتا ہے، جو انسان کو عمل کے فساد تک لے جاتا ہے-

آج کا دور اسی خطرے سے بھرا ہوا ہے- گزشتہ دو صدیوں میں جو ادب، فن، اور ذرائع ابلاغ پیدا ہوئے، انہوں نے انسانی فطرت کے اندر جنسی اشتعال و اشتغال اور لذت پرستی کو بڑھاوا دیا- سیگمنڈ فرائڈ کے نظریات کے بعد مغربی دنیا نے جنسی تسکین کو انسانی اظہار کا محور بنا لیا- فنونِ لطیفہ سے لے کر اشتہارات، ڈراموں، فلموں، تصاویر اور اب سوشل میڈیا تک، ہر چیز نے انسان کے لاشعور میں اشتہا کے بیج بو دیے ہیں- یہی وہ راستہ ہے جس سے انسانی نگاہیں بھٹکنے لگیں، دل پراگندہ ہوئے، اور شرم و حیا کی حفاظت کمزور پڑ گئی- قرآن ہمیں اسی زوال سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے کہ اگر انسان اپنی نگاہ اور اپنی زبان پر قابو پا لے، تو وہ اپنے باطن کو پاک رکھ سکتا ہے- کیونکہ زبان کی لغزش ایمان کو کمزور کر دیتی ہے اور نگاہ کی لغزش عفت کو برباد کر دیتی ہے- پس جو شخص اپنی زبان کو فحش، غیبت، بہتان اور لغو سے محفوظ رکھے اور اپنی نگاہ کو حرام مناظر سے جھکائے رکھے، وہی حقیقت میں ایمان کے درجے پر فائز ہوتا ہے اور اسی کیلئے رسولِ اکرم (ﷺ) نے جنت کی ضمانت عطا فرمائی- یہ تعلیم صرف فرد کی اصلاح نہیں بلکہ پورے معاشرے کی تطہیر کا منشور ہے- جب زبانیں پاک، نگاہیں باحیا اور قلوب خدا سے منسلک ہوں تو پھر معاشرہ بھی پاکیزگی، امانت اور سکون کا گہوارہ بن جاتا ہے-

یہ ہماری بدقسمتی، محرومی اور شقاوت ہے کہ آج شرم و حیا، جو اسلام کی روح اور قرآن کی تہذیب ہے، اگر کوئی اس کا ذکر کرے، اس کی تعلیم دے، یا اس کے احیاء کی بات کرے، تو اسی کے معاشرے میں اسے پرانے زمانے کا انسان کہا جاتا ہے- یہی وہ فکری زوال ہے جو ہمیں اس حد تک لے آیا ہے کہ حیا، غیرت اور پاکیزگی کا تذکرہ اجنبی بن گیا ہے- ہمارے ذرائع ابلاغ، نصاب اور معاشرتی سانچے تک اس زہر سے بھر گئے ہیں جو بیرونی فنڈنگ اور نظریاتی یلغار کے ذریعے ہم پر مسلط کیا گیا-

ہمیں کسی کا نام لینے کی ضرورت نہیں، صرف ذرا ان لٹریچرز کو پڑھ لیجیے جو آج "جدید فکر" کے نام پر ہمارے نصاب اور میڈیا میں رائج ہیں، ان میں سوائے فحاشی، بے حسی، اور جنسی اشتعال کے کیا ہے؟

[4] (النور:30)

[5] (النور:31)

یہی ادب، فلمیں، ڈرامے، اشتہارات، تصاویر، انسان کی نگاہ کو آلودہ اور دل کو بے حس کر چکے ہیں اور اس کے اثرات کیا نکلے؟ وہی جو آج ہمارے معاشرے میں پھیلے ہوئے ہیں، بچوں کے ساتھ ظلم، نوجوانوں میں اشتہائے نفس کا عروج، خواتین کی عزتوں پر حملے اور گھروں کے اندر سے حیا کا اٹھ جانا- یہ سب اس وقت تک نہیں سنبھلے گا جب تک قرآن کریم کو ہماری تربیت اور رہبری کا مرکز نہیں بنایا جاتا-

رسولِ اکرم (ﷺ) نے فرمایا کہ ”قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہوگی کہ لوگ آخرت پر دنیا کو ترجیح دیں گے“-[6] یہی حالت آج ہمارے معاشرے کی سب سے بڑی علامت ہے-

اگر آج کوئی اس قرآنی تہذیب کا علم اٹھاتا ہے، اس کے احیاء کی صدا بلند کرتا ہے، تو وہ دراصل اپنی آخرت کی حفاظت کرتا ہے- ورنہ وہ اپنی آخرت کو خود اپنے ہاتھوں گنوا رہا ہے-

قرآن کریم وہ کتاب ہے جو ہمیں رستہ دکھاتی ہے، ہمارے زخموں کی تشخیص بھی کرتی ہے اور ان کا علاج بھی بتاتی ہے- کیونکہ آنکھوں کی حیا، زبان کی پاکیزگی، دل کی نرمی یہی وہ عناصر ہیں جو اخلاق کو جنم دیتے ہیں-

اخلاقِ نبوی (ﷺ) وہ معجزہ ہیں جس نے دلوں کو فتح کیا- قرآن مجید حضور نبی کریم (ﷺ) کے خلق عظیم پر یوں گواہی دیتا ہے:

”وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ“[7]

”اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں“-

یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متّصف ہیں- علماء نے فرمایا کہ اخلاقِ نبوی (ﷺ) بھی معجزہ ہیں کیونکہ معجزہ وہ چیز ہے جو دوسروں کو عاجز کر دے- آپ (ﷺ) کے اخلاق نے دشمنوں کو عاجز کر دیا، آپ نے دلوں کو تلوار سے نہیں، اخلاق سے فتح کیا-

تاریخ میں تین فتوحات ایسی ہیں جو اخلاق کی طاقت سے ہوئیں: فتحِ مدینہ، فتحِ حبشہ، اور فتحِ مکہ- مدینہ میں نہ کوئی تلوار چلی، نہ محاصرہ ہوا، ایک شخص، جو آپ (ﷺ) کی طرف سے مقرر ہوا، اپنے اخلاق، کردار، اور حسنِ بیان سے یثرب کو مدینہ منورہ بنا گیا-

حبشہ میں جب کفارِ مکہ رسولِ اکرم (ﷺ) کے صحابہ کو واپس لانے گئے، تو وہاں بھی جنگ نہیں ہوئی بلکہ قرآن کی تعلیمات اور اخلاقِ محمدی (ﷺ) نے نجاشی کا دل بدل دیا، اور اس کے ساتھ پوری سلطنتِ حبشہ کے نصیب بدل گئے- پھر فتحِ مکہ کا دن جب لوگ کہہ رہے تھے کہ آج انتقام کا دن ہے! تو آپ (ﷺ) نے فرمایا: نہیں، آج انتقام کا دن نہیں بلکہ آج عفو و درگزر کا دن ہے-

یہ اخلاقِ محمدی (ﷺ) حضور رحمت للعالمین (ﷺ) کا سب سے عظیم شیوہ ہے- حضرت عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

”حُسْنُ الْخُلُقِ خُلُقُ اللهِ الْاَعْظَمُ“

”حسن خلق اللہ تعالیٰ کا عظیم خلق ہے“-

اسی لیے فرمایا گیا کہ اللہ کے اخلاق سے متخلّق ہو جاؤ- اللہ پاک ہے اور پاکی اسی کے اخلاق میں سے ہے- اسی لیے بندے کو حکم دیا گیا کہ وہ تزکیہ اختیار کرے یعنی اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرے، کیونکہ ربّ کی صفت ”سبحان“ ہے اور سبحان کا مطلب ”ہر قسم کی ناپاکی سے پاک ہونا“-

پاکی صرف جسمانی نجاست سے بچنے کا نام نہیں، بلکہ یہ نظر، دل اور نیت کی صفائی بھی ہے یہی تزکیہ ہے جس کی بنیاد پر انسان اللہ کے قریب ہوتا ہے- صوفیا کرام اسی تزکیے کے لیے ریاضت کرتے تھے- حضور مرشد کریم، حضرت سلطان محمد عبد العزیز رحمہ اللہ اپنے شیخ حضرت پیر بہادر شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی نگرانی میں سوائے ایام ممنوعہ کے، ایک سال کا طویل روزہ رکھتے رہے- جب وہ واپس تشریف لائے تو جسمِ اقدس اتنا نحیف تھا کہ روئی میں لپیٹ کر لایا گیا-

---

[6] (المعجم الکبیر/المعم الاوسط)

[7] (القلم:4)

یہ ریاضتیں اور مشقتیں کیوں؟اس لیے کہ نفس کی زبان ہاتھ میں آجائے-اگر انسان اپنے نفس پر قابو نہیں رکھتا تو پھر سمجھ لو کہ نفس نے انسان کو قابو میں لے لیا-نفس کو سواری بنانا انسان کی عظمت ہے، لیکن اگر انسان خود نفس کا غلام بن جائے تو یہی ذلت کی انتہا ہے-جو اپنے نفس پر سوار ہو جائے، محنت، مجاہدے اور ریاضت سے گزرے، وہ اپنے وجود کو ایسی پاکی عطا کرتا ہے جو اسے قربِ الٰہی کیلئے تیار کر دیتی ہے-

یہی اخلاق ہیں جن کی آج ہمیں سب سے زیادہ ضرورت ہے-جب اخلاق وجود میں آتا ہے تو اس کے ساتھ رحمت، برکت، سکون اور نورانیت بھی اترتی ہے-امام غزالیؒ نے فرمایا کہ ”فنافی اللہ“کا مطلب ہے:”جس طرح اللہ رحمن ہے، تم بھی اپنے وجود میں رحمت پیدا کرو-وہ معاف کرتا ہے، چاہے خطا ہو یا نہ ہو، تم بھی معاف کرو-وہ عطا کرتا ہے، چاہے کوئی مستحق ہو یا نہ ہو تم بھی اللہ کے دیے ہوئے میں سے اس کی مخلوق میں بانٹو-وہ اپنی مخلوق پر رحم کرتا ہے، تم بھی کرو-وہ بلا امتیاز محبت کرتا ہے، تم بھی سب سے محبت کرو-جو اس در پر آجائے، اللہ اسے خالی نہیں لوٹاتا تو اگر کوئی تمہارے در پر آئے، تم بھی اسے خالی مت لوٹاؤ-

یہی وہ اخلاق ہے جو بندے کو اس مقام تک لے جاتا ہے جہاں اس کے دل پر انوارِ الٰہی کی تجلیات منکشف ہوتی ہیں-جب بندے کے وجود میں یہ نورانیت پیدا ہوتی ہے، تو وہ اس حقیقت کو سمجھنے لگتا ہے کہ حضور نبی کریم (ﷺ) جن کے کلمے سے یہ نور ملتا ہے، وہ خود نور کا سرچشمہ ہیں-

یہاں ایک لطیف نکتہ ہے جس پر اکثر لوگ الجھ جاتے ہیں: کچھ کہتے ہیں نبی (ﷺ) نور ہیں، کچھ کہتے ہیں بشر ہیں-حالانکہ بنیادی طور پر یہ سوال ہی غلط ہے گویا نور اور بشر ہونا ایک دوسرے کی ضد ہیں-حالانکہ ایسا نہیں حضور (ﷺ) کی بشریت سے انکار ممکن نہیں اور آپ (ﷺ) کی نورانیت سے انکار گمراہی ہے-دونوں حقیقتیں ایک ہی ذات میں جمع ہیں-جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا“[8]

”تو اس کی طرف ہم نے اپنا روحانی بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا“-

جبرائیلؑ ملک ہیں، نورانی مخلوق لیکن وہ نور ہو کر بشری صورت میں آئے-تو اگر جبرائیل، جو فرشتہ ہیں وہ نور ہو کر بشر کی شکل میں آسکتے ہیں، تو پھر محمد مصطفٰی (ﷺ) جو وجہِ تخلیقِ کائنات ہیں وہ نور ہو کر بشری صورت میں کیوں نہیں آسکتے؟

جبرائیلؑ نور ہیں مگر بشر کی صورت میں آئے تو حضور (ﷺ) جو تمام انوار کا مرکز ہیں اللہ کے حکم سے نور و بشر دونوں حیثیتوں میں جلوہ گر ہوئے--یہی لطافتِ مصطفوی ہے کہ بشر کی تخلیق مٹی سے ہوئی مگر حضور (ﷺ) کی حقیقت نور سے ہے اور اللہ نے چاہا تو اسی نور کو بشری قالب عطا فرمایا تاکہ انسانوں کے درمیان رہ کر وہ انسانیت کو کمال کی راہ دکھا سکیں-یہی وہ فہمِ نبوت، تزکیہ اور اخلاق ہے جو انسان کو مٹی سے اٹھا کر نور کی معراج تک پہنچا دیتا ہے-اور یہی راستہ ہے جو ہمیں رحمت للعالمین (ﷺ) کے در تک لے جاتا ہے-

”مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى“[9]

”ہم نے زمین ہی سے تمہیں بنایا اور اسی میں تمہیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمہیں دوبارہ نکالیں گے“-

محی السنہ امام بغوی، امام قرطبی، ملا علی قاری اور حافظ بدر الدین عینی (رحمۃ اللہ علیہم) نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ:

”جب کوئی انسان پیدا ہونے والا ہوتا ہے تو اللہ کا ایک فرشتہ اس مٹی کو اٹھاتا ہے جہاں وہ انسان مرنے کے بعد دفن کیا جائے گا-پھر وہ فرشتہ اس مٹی کو نطفے کے ساتھ ملا دیتا ہے یوں انسان کی تخلیق مٹی اور نطفے کے امتزاج سے ہوتی ہے“-

[8](مریم:16)

[9](طٰہٰ:55)

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ:

ایک دن حضور پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ایک ایسی قبر کے پاس گزرے جو کھودی جا رہی تھی۔

"فَقَالَ لِمَنْ هٰذَا؟ قِيلَ لِرَجُلٍ مِّنَ الْحَبَشَةِ فَقَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ سِيقَ مِنْ أَرْضِهٖ وَسَمَائِهٖ حَتّٰى دُفِنَ فِي التُّرْبَةِ الَّتِي مِنْهَا خُلِقَ"[10]

"آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: یہ کس کی قبر ہے؟ عرض کی گئی، ایک حبشہ کے رہنے والے شخص کی ہے، تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ اپنی زمین و آسمان سے چلا یہاں تک کہ اِس مٹی میں دفن کیا گیا جس (مٹی) سے اس کی تخلیق ہوئی"۔

یعنی ہر انسان کی پیدائش میں اسی زمین کا ذرہ شامل ہوتا ہے جس میں اسے آخرکار دفن ہونا ہے۔

ایک اور روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"إِنَّ الْأَرْضَ عَجَّتْ إِلٰى رَبِّهَا تَعَالٰى لَمَّا أُخِذَتْ تُرْبَةُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَام مِنْهَا"

"جب آدم (علیہ السلام) کی مٹی زمین سے لی گئی تو زمین نے اللہ پاک کی بارگاہ اقدس میں آہ و زاری کی۔

تو اللہ پاک نے اس کو ارشاد فرمایا:

إِنِّي سَأَرُدُّهُ إِلَيْكَ فَإِذَا مَاتَ دُفِنَ فِي الْبُقْعَةِ الَّتِي مِنْهَا تُرْبَتُهُ

"بے شک میں عنقریب اس (آدم علیہ السلام) کو تیری طرف لوٹاؤں گا پس جب انسان مر جاتا ہے تو اُس شخص کی اُس جگہ پر تدفین کی جاتی ہے جس سے اس کی مٹی ہوتی ہے"۔

جب یہ اصول ہے کہ جس جگہ سے مٹی اُٹھائی جاتی ہے اسی جگہ پر انسان کو دفن کیا جاتا ہے تو آپ دیکھیے کہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جسدِ اقدس کی مٹی مبارک قبر انور کی جگہ سے لی گئی ہے۔

قبر انور کی جگہ مبارک کیا ہے؟

حضرت عبد اللہ بن زید المَازِنِيّ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اشاد فرمایا:

"مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ"

"میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔

ملا علی قاری "مرقاۃ شرح مشکاۃ" میں اسی حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں:

حضرت مالک (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"اَلْحَدِيثُ بَاقٍ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَالرَّوْضَةُ قِطْعَةٌ نُقِلَتْ مِنَ الْجَنَّةِ وَ سَتَعُوْدُ إِلَيْهَا وَ لَيْسَتْ كَسَائِرِ الْأَرْضِ تَفْنٰى وَتَذْهَبُ"

حدیث اپنے ظاہر پر باقی ہے۔ اور روضہ اقدس کا حصہ جنت سے نقل کیا گیا ہے اور عنقریب اسی (جنت) کی طرف لوٹایا جائے گا اور یہ باقی زمینوں کی طرح نہیں ہے جو فنا ہوتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے۔

امام ابن حجر (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"وَهٰذَا عَلَيْهِ الْأَكْثَرُ وَهِيَ مِنَ الْجَنَّةِ الْآنَ حَقِيقَةً"

"اور یہ اکثر کا نظریہ ہے اور یہ اب بھی حقیقی طور پر جنت کا حصہ ہے"۔

شیخ انور شاہ کشمیری "فیض الباری شرح صحیح بخاری" میں اسی حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وَأَصَحُّ الشُّرُوحِ عِنْدِي أَنَّ تِلْكَ الْقِطْعَةَ مِنَ الْجَنَّةِ، ثُمَّ تُرْفَعُ إِلَى الْجَنَّةِ كَذٰلِكَ. فَهِيَ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ حَقِيقَةً بِلَا تَأْوِيلٍ"

"اور میرے نزدیک سب سے صحیح شرح یہ ہے کہ یہ جنت کا حصہ ہے، پھر اسی طرح جنت کی طرف اٹھایا جائے گا۔ پس یہ حقیقی طور پر بغیر تاویل کے جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے"۔

جب یہ بات واضح ہے کہ انسان کی تخلیق اس مٹی سے ہوتی ہے جہاں اسے دفن ہونا ہوتا ہے۔ فرشتہ وہی مٹی اٹھا کر نطفے کے ساتھ ملاتا ہے، اسی سے انسان کا خمیر بنتا ہے۔ مگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا وجود اس زمین کی مٹی سے نہیں، جنت کی لطیف مٹی سے بنایا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے جسمِ اقدس میں نورانیت تھی اور اسی نور کی برکت سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا سایہ مبارک نہیں تھا۔

[10] (نوادر الأصول في أحاديث الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم))

[11] (صحیح بخاری، بَابُ مَا بَيْنَ الْقَبْرِ وَالْمِنْبَرِ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ)

آپ (ﷺ) کا وجود انوارِ الٰہیہ کا سرچشمہ ہے اور آپ (ﷺ) کے نور سے ہی ہمارے دل، عقل، ظاہر و باطن منور ہوتے ہیں- جب بندہ حضور (ﷺ) کی محبت و ادب میں ڈوب جاتا ہے تو اس کے اندر نورانیت اور تقویٰ پیدا ہوتا ہے- جسم کا ہر عضو اپنے درجے کے مطابق تقویٰ اختیار کرتا ہے جیسے کہ آنکھ کا تقویٰ حیاء سے، زبان کا ذکرِ الٰہی سے، کانوں کا قرآن و ذکر سننے سے، ہاتھوں کا خدمت و سخا سے، قدموں کا مسجد و بیت اللہ کی سمت چلنے سے اور دل کا تقویٰ حضور (ﷺ) کے ادب و تعظیم سے پیدا ہوتا ہے-

حضور نبی کریم (ﷺ) کا ادب قرآن مجید نے سکھایا ہے- یعنی الحمد سے والناس تک قرآن کریم مسلمان کو تلقین کرتا ہے کہ آقا کریم (ﷺ) کے سامنے کیسے بیٹھو، کیسے مخاطب کرو، کیسے کلام کرو-

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء کرام (علیہم السلام) کو ان کے اسم گرامی سے پکارا ہے یعنی یا آدم، یا موسیٰ، یا عیسیٰ وغیرہ جبکہ فقط چار مقام پر آقا کریم (ﷺ) کا اسم مبارک ”محمد ﷺ“ اور ایک مقام پر ”احمد ﷺ“ ذکر فرمایا- لیکن جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم (ﷺ) کو پکارا حضور کے شرفِ رسالت، شرفِ نبوت یا دیگر صفات سے پکارا- یعنی ”یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ“، ”یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ“، ”یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ“- خالقِ کائنات تو بے نیاز ہے جیسے چاہے پکارے، کلام کرے- لیکن وہ ہمیں ہر لحظہ اپنے محبوب کریم (ﷺ) کا ادب سکھا رہا ہے-

سورۃ الحجرات کی پہلی 6 آیات کے متعلق قاضی عیاض (رحمۃ اللہ علیہ) نے ”شفا شریف“ میں لکھا ہے کہ امام مالک بن انس (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول ہے کہ اس میں تین طبقات کا بیان ہوا:

1. اللہ تعالیٰ نے جن کو تلقین و تنبیہ فرمائی ہے-
2. اللہ تعالیٰ نے جن کی تحسین فرمائی ہے-
3. اللہ تعالیٰ نے جن کی مذمت فرمائی ہے-

جن کو تنبیہ کی اُن کے متعلق فرمایا کہ: میرے حبیب مکرم (ﷺ) کے دربار میں اپنی آوازوں کو نیچا رکھو اور آپ (ﷺ) کو ایسے مخاطب نہ کرو جیسے عام لوگوں کو مخاطب کرتے ہو-

جن کی تحسین کی ان کے متعلق فرمایا کہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے حبیب (ﷺ) کے دربار میں اپنی آوازوں کو پست کر دیا تو ہم نے ان کے دلوں کو تقوٰی کے لیے خالص کر دیا- یعنی فقط ادب و تعظیمِ مصطفےٰ (ﷺ) کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقوٰی کے لئے خالص کر دیا-

جن کی مذمت کی ان کے متعلق فرمایا کہ: یہ لوگ میرے حبیب مکرم (ﷺ) کے دَر پر آکر اونچی آواز میں بات کرتے ہیں- اکثر کو یہ عقل و شعور ہی نہیں ہے کہ یہ کس بارگاہ کے دربار میں کھڑے ہیں- اس لئے ان کے تمام اعمال غارت ہو جائیں گے اور ان کو خبر بھی نہیں ہو گی-

الغرض! جب بندے کے دل میں ادب و تعظیمِ مصطفےٰ (ﷺ) راسخ ہو جاتی ہے تو اس کے دل، روح اور اعمال سب نورِ ایمان اور تقویٰ سے روشن ہو جاتے ہیں-

سرپرستِ اعلیٰ اصلاحی جماعت حضرت سلطان محمد علی صاحب (دامت برکاتہم العالیہ) کا یہی پیغام اور دعوت ہے کہ آؤ! عشقِ مصطفےٰ (ﷺ) سے اپنے دل فروزاں کر لو- اپنے دلوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و تعظیم کو وہ مقام دو کہ تمہارا مقام بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں بلند ہو جائے- کیونکہ حضور نبی کریم (ﷺ) کا ادب سببِ تقویٰ ہے- آئیں اور اس تحریک کے شانہ بشانہ عشقِ مصطفےٰ (ﷺ) کے پیغام کو عام کریں- اُس تربیت کو حاصل کریں جو انسان کے ظاہر و باطن کی پاکیزگی عطا کرتی ہے-

☆☆☆

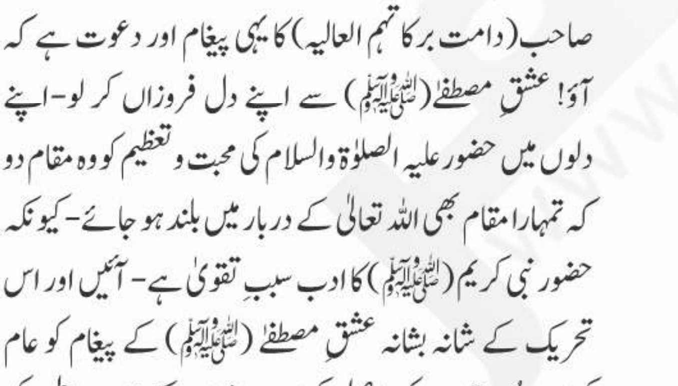

سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کانفرنس
1500 واں میلادالنبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

رپورٹ: مسلم انسٹیٹیوٹ

مسلم انسٹی ٹیوٹ کے زیر اہتمام نیشنل لائبریری اسلام آباد میں ”سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کانفرنس: 1500 واں میلادالنبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)“ کے عنوان سے ایک کانفرنس منعقد ہوئی- اجلاس کی صدارت راجہ ظفر الحق (سیکرٹری جنرل، موتمر العالم الاسلامی) نے کی، جبکہ صاحبزادہ سلطان احمد علی (چیئرمین، مسلم انسٹی ٹیوٹ) نے استقبالیہ کلمات پیش کیے- ڈاکٹر حبیب عاصم (چیئرمین، اقبال چیئر، بحریہ یونیورسٹی) اور ڈاکٹر حبیب الرحمن (صدر، سیرت ریسرچ سینٹر و ڈائریکٹر جنرل ڈی بی ایف سیرت انسائیکلوپیڈیا) نے اظہار خیال کیا- کانفرنس کی نظامت جناب یوسف جان بابر خوازی خیل (محقق، مصنف) نے کی- کانفرنس کے اختتام پر معروف نعت خواں راجہ حامد علی نے نعتیہ کلام پیش کیا- اس کانفرنس میں سفارت کاروں، علماء، وکلاء، پالیسی سازوں اور ماہرینِ تعلیم نے شرکت کی اور مباحثوں میں بھرپور حصہ لیا-

مقررین کے اظہار خیال کا خلاصہ درج ذیل ہے:

استقبالیہ کلمات

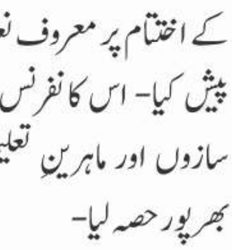

صاحبزادہ سلطان احمد علی:

یہ ہماری سعادت ہے کہ آج ہم اس عظیم موقع پر جمع ہیں کہ جس میں اللہ کے آخری نبی، رسولِ رحمت حضرت محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادتِ باسعادت کا 1500 واں جشن منایا جارہا ہے- آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حیاتِ طیبہ اور سیرتِ مبارکہ قیامت تک کے انسانوں کے لیے ہدایت، امن اور رحمت کا سرچشمہ ہے-

قرآنِ مجید میں انبیاء کرام (علیہم السلام) کی ولادت کو اللہ تعالیٰ نے سلامتی اور امن کا دن قرار دیا ہے- سورہ مریم میں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام) کے یومِ ولادت پر سلام بھیجا گیا- جب سابقہ انبیاء کی ولادت کا ذکر بطور رحمت اور سلامتی کیا گیا تو پھر امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت کا دن بدرجہ اولیٰ عظمت اور تکریم کا مستحق ہے-

یہی وجہ ہے کہ خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی ولادت کے دن کی عظمت کو اجاگر کیا- جیسا کہ ”صحیح مسلم“ کی حدیث مبارکہ ہے کہ جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پیر کے دن کے روزے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ”یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی“-

اس سے معلوم ہوا کہ یومِ میلادِ نبی کا شکر اور اظہارِ مسرت دراصل خود سنتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے-

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی حقیقت کو یوں بیان فرمایا: ”میں اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی اپنی قوم کو دی گئی بشارت ہوں“-[1] قرآن کریم میں بھی حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل (علیہما السلام) کی وہ دعا مذکور ہے جب انہوں نے کعبہ کی تعمیر کے بعد عرض کی:

[1] (مسند احمد)

”اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے ایک عظیم رسول بھیج دے، جو ان لوگوں پر تیری آیات کی تلاوت کرے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کے نفوس کی اصلاح کرے، بیشک تو ہی بہت غالب بڑی حکمت والا ہے“۔[2]

یوں آپ (ﷺ) کی ولادت دراصل اس دعا کی قبولیت اور تمام سابقہ انبیاء کی بشارتوں کی تکمیل تھی۔ آپ (ﷺ) کی بعثت کا مقصد انسانیت کو توحید کی طرف بلانا، اخلاق و کردار کو سنوارنا اور دنیا کو رحمت سے آشنا کرنا تھا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ”اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر“۔[3]

ماحولیاتی تبدیلی کے چیلنجز اور حضور نبی کریم (ﷺ) کی تعلیمات:

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن:

حضور نبی اکرم (ﷺ) کی ذات اقدس کائنات کیلئے سب سے بڑی نعمت ہیں حضور اکرم (ﷺ) کی سیرت کا ہر پہلو ہمیشہ تازہ رہتا ہے اور آئندہ نسلوں کے لیے ایک نہ ختم ہونے والا علمی سرمایہ فراہم کرتا ہے۔

سیرتِ رسول (ﷺ) سے ہمیں ماحولیاتی تبدیلیوں کے حوالے سے درس ملتا ہے۔ زمین، فضا، دریا، پہاڑ اور جنگلات سب انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور امانت دیے گئے ہیں۔ مسلمان کی شان یہ ہے کہ وہ امانت میں خیانت نہیں کرتا، اس لیے ماحول کی تباہی اور آلودگی سے بچنا دینی فریضہ ہے۔ موجودہ دور میں صنعتی ترقی، بے لگام کنزیومرازم، حد سے زیادہ سفر، گاڑیوں اور جہازوں کا بڑھتا ہوا استعمال، پلاسٹک اور ڈسپوزیبل کلچر، جنگلات کی کٹائی اور دریاؤں کی آلودگی تباہی کا بنیادی سبب ہیں۔ مثلاً دنیا ہر سال دو ارب ٹن کچرا پیدا کرتی ہے، پچاس ملین ٹن الیکٹرانک ویسٹ بنتا ہے اور آٹھ ملین ٹن پلاسٹک سمندروں میں پھینکا جاتا ہے اسی طرح صرف ہاؤسنگ انڈسٹری سے چالیس فیصد کاربن کا اخراج ہوتا ہے جبکہ فارمنگ انڈسٹری اور گوشت کی حد سے زیادہ کھپت سے چودہ فیصد سے زیادہ گرین ہاؤس گیسز خارج ہوتی ہیں۔

قرآن کریم و سنت مبارکہ نے ہمیشہ اسراف، فضول خرچی اور گندگی سے منع کیا ہے۔ حضور نبی اکرم (ﷺ) کی سیرت پاک اس کی بہترین مثال ہے۔ آپ (ﷺ) وضو کے لیے محض ڈیڑھ لیٹر اور غسل کے لیے ساڑھے چار لیٹر پانی استعمال فرماتے تھے۔ اسی طرح قرآن مجید نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ زمین کو صاف ستھرا رکھو، اسے بیکار نہ چھوڑو اور اگر کسی کے پاس کاشت نہ کرنے کی گنجائش ہو تو زمین کو کسی اور کے حوالے کر دے تاکہ زمین آباد ہو۔ یہ تعلیمات اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ اسلام میں ماحولیاتی توازن اور صفائی کو محض دنیاوی ضرورت نہیں بلکہ ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔

ماحولیاتی بحران کا حل محض سائنسی ایجادات یا پالیسیوں میں نہیں بلکہ اسوۂ نبوی (ﷺ) کو اپنانے میں ہے۔ حضور نبی اکرم (ﷺ) کی تعلیمات ہمیں ایک متوازن طرزِ زندگی سکھاتی ہیں، جو نہ صرف فرد کے لیے سکون کا ذریعہ ہے بلکہ پوری انسانیت کیلئے خیر و فلاح کا راستہ بھی ہے۔ اگر دنیا اسلامی

[2](البقرہ:129)

[3](الانبیاء:107)

اصولوں کے مطابق ماحول کو اللہ کی امانت سمجھ کر اس کی حفاظت کرے تو نہ صرف یہ بحران ختم ہو سکتا ہے بلکہ آنے والی نسلوں کیلئے بھی ایک بہتر اور محفوظ زمین چھوڑی جا سکتی ہے۔

عصر حاضر میں بین الثقافتی ہم آہنگی کے چیلنجز اور حضور (ﷺ) کی تعلیمات:

ڈاکٹر حبیب عاصم:

آقا کریم (ﷺ) کی عملی زندگی اور تعلیمات میں یہ اصول نمایاں طور پر جھلکتا ہے کہ دین تنگی پیدا کرنے کیلئے نہیں بلکہ وُسعت اور سہُولت کے لیے نازل ہوا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ (ﷺ) نے انسانی معاشرے کے اچھے اصولوں اور روایات کو ہمیشہ تسلیم کیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔

اسلام کی بنیادی روح یہ ہے کہ جہاں بھی کوئی اچھائی موجود ہو، چاہے وہ کسی قبیلے یا غیر مسلم قوم میں پائی جاتی ہو، اس کو اختیار کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ فطرت اور اخلاق کے دائرے میں ہو۔ رسول اللہ (ﷺ) نے سوید الازدی کے قبیلے کے پانچ اصولوں کو تسلیم کیا، جو شکر گزاری، صبر، قضا پر رضا، سچائی حتیٰ کہ دشمن کے ساتھ بھی اور دشمن پر شَماتت نہ کرنے پر مشتمل تھے۔

اسلام نے ثقافتی ہم آہنگی اور وسعت قلبی کو فروغ دیا سیرتِ نبوی (ﷺ) میں کئی مواقع ایسے ہیں جب مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے لوگ مسلمانوں کے ساتھ رابطے میں آئے اور آپ (ﷺ) نے ان کے ساتھ برداشت اور عزت کے ساتھ معاملہ فرمایا۔ ایک نمایاں مثال یہ ہے کہ نجران کے عیسائی علماء کو مسجد نبوی میں قیام کی اجازت دی گئی اور ان سے سوال وجواب کا سلسلہ جاری رکھا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام مکالمے اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیتا ہے اور دوسروں کے عقائد کے بارے میں برداشت کی تعلیم دیتا ہے۔

اسلام نے فنون اور ثقافتی اظہار کی بھی گنجائش رکھی ہے۔ شاعری، غزل، دف بجانا یا شادی بیاہ کے موقعوں پر خوشی کا اظہار، یہ سب چیزیں آپ (ﷺ) کے زمانے میں موجود رہیں اسلام نے ان کو ختم نہیں کیا بلکہ ان کے لیے ایک اخلاقی دائرہ مقرر کر دیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ انسانی جذبات اور خوشیوں کے اظہار کو ایک مثبت اور مُفید رُخ دیا جائے۔ اسلام نے فنون کو مکمل طور پر ردّ نہیں کیا اور نہ ہی انہیں بے لگام آزادی دی بلکہ ان کو اعتدال اور اخلاقیات کے سانچے میں ڈھالا۔

اسلام کی وسعت نظری کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ غیر مسلم اقوام سے علمی، فنی اور معاشی میدان میں سیکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ البتہ سیاسی اور قومی معاملات میں محتاط رہنے کی ہدایت کی گئی تاکہ رازداریاں اور تعلقات مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے خلاف نہ ہوں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے مکمل علیحدگی یا نفرت کا رویہ نہیں اپنایا بلکہ تعاون اور سیکھنے کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔

صدارتی کلمات

سینیٹر راجہ ظفر الحق:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ (ﷺ) سے بے مثال محبت کریں، ایسی محبت جو دنیا کی ہر محبت سے بڑھ کر ہو۔ قرآن مجید واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ یہ محبت والدین، اولاد، مال و دولت اور حیثیت پر مبنی محبت سے بھی زیادہ ہونی چاہیے ایسی محبت کے بغیر حقیقی اطاعت ممکن نہیں۔

رسول اکرم (ﷺ) کی جدوجہد، صبر، کامیابیاں اور روحانی عظمت پوری دنیا کیلئے سبق ہیں- آپ (ﷺ) کا انقلاب دولت یا عسکری قوت کے ذریعے نہیں بلکہ کردار اور عملی مثال کے ذریعے برپا ہوا- آپ (ﷺ) نے سچائی، رحمت، عدل، صبر اور انکساری کی مجسم صورت اختیار کی اور ایک بکھری ہوئی قوم کو متحد کرکے دنیا کی قیادت کے مقام تک پہنچایا- ہمیں باہمی انتشار اور اختلافات کے چیلنج کا بھی سامنا ہے- حضور نبی اکرم (ﷺ) کی حدیث کے مطابق امت ایک جسم کی مانند ہے، جب ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو پورا جسم اُس کا درد محسوس کرتا ہے- فلسطین، کشمیر اور دنیا بھر میں مظلوم مسلمان ہماری یکجہتی اور حمایت کے مستحق ہیں اتحاد کے بغیر ہم کمزور ہیں، اتحاد کے ساتھ ہم عدل، امن اور بھلائی کے حقیقی علمبردار بن سکتے ہیں-

رسول اکرم (ﷺ) نے اپنے پیچھے پتھر کی عمارتیں نہیں چھوڑیں بلکہ زندہ یادگاریں چھوڑی ہیں جیسے، ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، فاطمہؓ، عائشہؓ، بلالؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے کردار شامل ہیں- حقیقی تہذیب محلات اور نمائشوں سے نہیں بلکہ اقدار اور کردار سے بنتی ہے وہ معاشرہ جو آپ (ﷺ) نے تشکیل دیا عقل و فکر کی بنیادوں پر استوار تھا، جس نے ابن سینا، الفارابی، غزالی اور ابن عربی جیسے روشن مینار پیدا کیے- آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم بھی اپنے معاشرے کو جذباتی نعروں پر نہیں بلکہ عقلی استدلال اور فکری بنیادوں پر تعمیر کریں-

وقفہ سوال و جواب:

عالمی سرمایہ دارانہ نظام نے لوگوں کے شعور اور احساس کو متاثر کیا ہے، لیکن مقامی سطح پر ہم اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنی اصلاح کر سکتے ہیں- اسراف سے بچنا، سادگی اپنانا اور فطرت سے قریب رہنا کلائمیٹ کے بحران کے حل کی طرف پہلا قدم ہے- بچوں کو گھر کے ماحول میں قرآن و سنت سے جوڑا جائے، ایک بچے نے دادا، دادی سے صحابہ کرام کی کہانیاں سن کر یہ خواہش کی کہ وہ خود بھی صحابی بنے اس سے واضح ہے کہ عملی ماحول اور خاندان کی تربیت بچوں کے رویے پر سب سے زیادہ اثرانداز ہوتی ہے- سیرت النبی (ﷺ) میں سادہ، متوازن اور صحت مند زندگی کی رہنمائی ملتی ہے- یہ ضروری ہے کہ پالیسی سطح پر بھی ایسے اصول اپنائے جائیں تاکہ معاشرہ مجموعی طور پر صحت مند رویوں کی طرف بڑھ سکے- سوشل میڈیا اور ٹیکنالوجی ایک چیلنج ہے، لیکن موقع بھی ہے ضروری ہے کہ جدید پلیٹ فارمز جیسے سوشل میڈیا اور مصنوعی ذہانت (AI) کو استعمال کرتے ہوئے بچوں اور نوجوانوں کے لیے اعلیٰ معیار کا اسلامی مواد تیار کیا جائے، تاکہ وہ بیرونی کلچر کے ساتھ ساتھ اپنی اقدار اور سیرت النبی (ﷺ) سے بھی جڑے رہیں-

☆☆☆

تصنیف لطیف از:

سلطان الفقر (پنجم) سلطان العارفین

حضرت سخی سلطان باھُوؒ

عین الفقر

قسط: 3

بیتِ باھُو: "جب اسم و جسم یک جان ہو جاتے ہیں تو رازِ پنہانی ظاہر ہو جاتا ہے"۔

یہ وہ مقام ہے کہ جہاں اَللّٰہُ کے سوا ہر چیز کالعدم ہو جاتی ہے، اسم جسم میں اور جسم اسم میں پیوست ہو جاتا ہے۔

حق نامہ

مترجم: سید امیر خان نیازی

بیت: "اپنے جسم کو تصورِ اسم اَللّٰہُ میں غرق کر کے اِس طرح گم کر دے کہ جیسے بِسۡمِ اللّٰہِ کے بسم میں الف گم ہے"۔

طالب اللہ جب اسم اَللّٰہُ کو اپنا لباس بنا لیتا ہے اور اسم اَللّٰہُ اُس کی جان بن جاتا ہے تو اُس کی زندگی "ھُوْ" (ذات حق تعالیٰ) کا نشان بن جاتی ہے اور وہ ذات و صفات میں "ھُوْ" کی نمائندگی کرتا ہے۔ حدیث: "جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، بے شک اُس نے اپنے رب کو پہچان لیا، یعنی جس نے اپنے نفس کو فنا سے پہچانا بے شک اُس نے اپنے رب کو بقا سے پہچانا"۔ لہٰذا چاہیے کہ طالب اللہ کا دم قدم (اسم اَللّٰہُ) سے پیوست ہو اور قدم (اسم اَللّٰہُ) دم سے پیوست ہو۔ بیت:

"تیس سال کی تحقیق کے بعد خاقانیؔ کو یہ راز معلوم ہوا کہ تصور اسم اَللّٰہُ میں لیا گیا ایک دم سلیمان (عَلَیْہِ السَّلَام) کی بادشاہی سے بہتر ہے"۔

جوابِ باھُو:

"ایک دم باخدا ہونا کیسا؟ اِنسان کو چاہیے کہ غرق فنا فی اللہ ہو جائے کہ وہاں دم تو کیا صدیاں بھی شمار میں نہیں آتیں۔ سو خاقانی کا یہ قول درست نہیں ہے"۔

بعض فقیر ذکرِ اَللّٰہُ کا شغل اختیار کرتے ہیں تو اُن کے وجود میں ذکرِ اَللّٰہُ کی تاثیر جاری ہو جاتی ہے جس سے اُن کا دل روشن ہو جاتا ہے، اُن کی نظر فیض بخش ہو جاتی ہے اور وہ نفس پر غالب ہو کر طمعِ دنیا اور ہوائے نفس و شیطان سے فارغ و تارک ہو جاتے ہیں اور اپنے رازق کی طرف راغب ہو کر قربِ حق سے اپنا نصیب پاتے ہیں۔ ایسے ذاکر دونوں جہان کی زینت ہوتے ہیں۔ اِس کے برعکس بعض فقیر ذکرِ اَللّٰہُ کا شغل اختیار کر کے خَلقِ خدا میں شہرت کماتے ہیں اور ہوائے نفس کے اسیر ہو کر درمِ دنیا کے حصول کے لئے لوگوں کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں۔ اِن دونوں فقیروں کی پہچان ذکرِ دنیا سے ہو جاتی ہے کہ فقیرِ کامل دنیا کا ذکر حقارت سے کرتا ہے جس سے دل کو پاکیزگی و صفائی نصیب ہوتی ہے۔ اِس کے برعکس طالبِ دنیا فقیر دنیا کا ذکر اخلاص سے کرتا ہے جس سے دل میں دنیا کی محبت پیدا

ہوتی ہے- سن! جاہل کا لباس جہالت ہے جو شیطان کا لباس ہے، عالم کا لباس علم ہے اور علم دانشِ کلام اللہ کا لباس ہے جو شیطانی جہالت سے محفوظ رکھتا ہے اور فقیر کا لباس معرفتِ سبحانی کا نور ہے جس سے دونوں جہان کا مشاہدہ اور تصرف نصیب ہوتا ہے- عالم و جاہل و فقیر میں فرق یہ ہے کہ جاہل کا مرتبہ عام ہے، عالم کا مرتبہ خاص ہے اور عارف باللہ فقیر کا مرتبہ خاص الخاص ہے- لباسِ جاہل سے شرک و کفر اور جہالت و بدعت کا ظہور ہوتا ہے، لباسِ عالم سے فرمانِ الٰہی، فرمانِ رسول اور نص و حدیث کا کلام ظاہر ہوتا ہے اور لباسِ فقیر سے ہر بات اسم اَللّٰہُ، معرفتِ "اِلَّا اللّٰہُ" اور جمالِ الٰہی کی نکلتی ہے- حدیث: ''برتن سے وہی چیز بر آمد ہوتی ہے جو اُس کے اندر موجود ہوتی ہے''- فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ''اور جب بھی آپ بھول جائیں تو اپنے رب کو یاد کر لیں'' (پارہ:15، الکھف:24)- سن! جو مرشد غرق فنافی اللہ اور صاحبِ حضور ہو اُسے بھلا طالب اللہ کو غرقِ وحدت کرنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس کی حضوری سے مشرف و سرفراز کرنا کون سا مشکل و دشوار کام ہے؟ کہ طالب اللہ کو ذکر فکر اور زہد و تقویٰ کی مشقت میں ڈالنے سے یہ کام اُس کے لئے زیادہ آسان ہے- مست کا سودا دست بدست، پس وہ طالب اللہ کا ہاتھ پکڑتا ہے اور حضوری میں پہنچا کر سپردِ خدا کر دیتا ہے- جو مرشد اِس پر قادر نہیں اُسے مرشد نہیں کہا جا سکتا کہ وہ راہزن ہے اور راہزن عورت ہوتی ہے اور شیطان بھی عورت ہی ہے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ''اُن کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے''- (پارہ:26، الفتح:10)

بیت: ''کسی مرد کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دے تا کہ تُو بھی مرد ہو جائے کہ مردوں کے سوار ہبری کسی اور کے بس کی بات نہیں''-

لیکن شرط یہ ہے کہ طالب عین (اسم اَللّٰہُ) سے دیکھے کہ نامِ اَللّٰہُ ہادی ہے اور ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) کو پیدا فرمایا ہے- شیطان اہلِ ہدایت کی صورت ہر گز نہیں ہو سکتا- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: ''بے شک شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا، جس نے مجھے دیکھا، بے شک اُس نے مجھے ہی دیکھا''- فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ''بیشک میرے (سچے) بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں ہوگا'' (پارہ:15، الاسراء: 65)- پس مرشدِ کامل مکمل حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) کی مثل (اہلِ ہدایت) ہوتا ہے اور مرشدِ ناقص شیطان کی مثل (اہلِ لعنت) ہوتا ہے- جب صاحبِ نظر مرشد طالب اللہ پر توجہ کرتا ہے تو طالب کا دل زندہ ہو جاتا ہے اور خود بخود ذکر اللہ میں محو ہو جاتا ہے جس سے اُس کا نفس سوزش و خواری میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پڑوسی اُسے دیوانہ سمجھنے لگتے ہیں- وہ خَلق سے بیگانہ لیکن خدا سے یگانہ ہو جاتا ہے اور اُس کی زبان پر شوق کا یہ ترانہ ہوتا ہے:

''اے باھُوؒ! جو بھی ہمیں دیکھتا ہے وہ ہم سے دُور بھاگتا ہے کہ ہم فقیر ہیں اور لوگ فقر سے دُور بھاگتے ہیں لیکن فقیر اُن سے کوئی غرض نہیں رکھتا کہ فقر لا یحتاج ہے''-

حدیث: ''اہل اللہ فقیروں کو پل بھر کے لئے بھی کوئی شے ذکر اللہ سے غافل کر کے اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکتی''-

بیت: ''اے باھُوؒ! اہل اللہ فقراء دونوں جہان کی یاد سے بے نیاز ہیں کہ وہ دونوں جہان کی آرزوؤں سے آزاد ہو چکے ہیں''-

فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ''(آپ کی) نظر نہ کج ہوئی نہ بہکی''- (پارہ:27، النجم: 17) سالک دو قسم کے ہوتے ہیں، سالکِ مجذوب اور سالکِ محبوب- فقیر اِن دونوں سے تعلق نہیں رکھتا کہ وہ صاحبِ وہم و صاحبِ تصرف مالک الملکی محبوب ہوتا ہے- طالب اللہ جب اِس مرتبے پر پہنچتا ہے تو اُسے غیر حق سے وحشت اور حق سے اُنس ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کے سوا ہر چیز سے دُور بھاگتا ہے اور مشتاقِ اشتیاق ہو کر رات دن سوزش و فراق میں جلتا رہتا ہے جس سے اُس کا نفس ہلاک ہو جاتا ہے-

(جاری ہے)

ABYAT-E-BAHOO

ابیاتِ باھو

لوہا ہوویں پیا کٹیویں تاں تلوار سڈیویں ھو
کنگھی وانگوں پیا چریویں تاں زلف محبوب بھریویں ھو
مہندی وانگوں پیا گھوٹیویں تاں تلی محبوب رنگیویں ھو
وانگ کپاہ پیا پنجیویں تاں دستار سڈیویں ھو
عاشق صادق ہوویں باھو تاں رس پریم دی پیویں ھو

If you were steel you would be beaten and then form into sword Hoo
Like comb you get sawn then you shall be filled with beloved's tresses Hoo
Like henna you are beaten then you shall colour beloved's palms Hoo
Like cotton buds you are thrashed then will become turban Hoo
If you are true aashiq Bahoo then you shell drink the goblet of love Hoo

Loha howai'N piya Ku'Tiwai'N ta'N talwar sa'Dewai'N Hoo
Kanghi wango'N piya chariwai'N ta'N zulf mehbob bhariwai'N Hoo
Mehndi wango'N piya ghu'Tiwai'N ta'N tali Mehboob rangiwai'N Hoo
Wang kapah piya panjewai'N ta'N dastar sa'Dewai'N Hoo
Aashiq sadiq howai'N Bahoo ta'N ras pareem di pewai'N Hoo

Translated by; M. A. Khan

تشریح:

تا نگردی از خود فنا کجا رسی با لِیْ مَعَ اللّٰہِ سر ہوا

”جب تک تُو اپنی ہستی کو فنا نہیں کر دیتا سراسر ہوائے نفس کا قیدی بنا رہے گا، ایسے میں تُو لِیْ مَعَ اللّٰہِ کے مرتبے تک کہاں پہنچ سکتا ہے؟“-(عین الفقر)

سیّدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: ”آدمی کی اس کی دین کے لحاظ سے آزمائش ہوتی ہے، اگر وہ دین میں سخت ہوتا ہے تو اس کی آزمائش سخت اور اگر وہ دین میں نرم ہو تو اس کی آزمائش بھی ہلکی ہوتی ہے، پس آدمی پر مصائب کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے کہ وہ روئے زمین پر بغیر گناہ کے چلتا ہے“-(سنن ترمذی)

اس بیت مبارک کے پہلے چار مصرعوں میں حضرت سخی سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے طالب و سالک کو مجاہدۂ نفس کی تلقین فرمائی ہے کہ اگر تم اللہ عزوجل کا قرب یا طریقت میں کوئی مقام حاصل کرنا چاہتے ہو تو سخت مجاہدے کو اپنا شعار اور اوڑھنا بچھونا بنالو- اور آخری مصرعہ میں اس مجاہدے کا نتیجہ بھی بتایا ہے- جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”راہِ خدائے تعالیٰ بال سے بھی زیادہ باریک ہے کہ اِس میں فنا فی اللہ ذات ہونا پڑتا ہے جو فرمانِ حق تعالیٰ کے مطابق ایسے ہے کہ جیسے سُوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا- فقیری ایک پُر درد کشالہ ہے نہ کہ اماں و خالہ کے گھر کا حلوہ و چرب نوالہ، بلکہ رات دن سوزِ عشق میں جلنا ہے“-(عین الفقر)

آپؒ نے اولیاء اللہ کی شان یوں بیان فرمائی: ”اُنہیں (اولیاء اللہ کو) آتشِ دیدار اِس طرح جلاتی ہے جس طرح کہ آگ خشک لکڑی کو جلاتی ہے، اولیاء اللہ کو یہ ریاضت خدائے تعالیٰ کی بارگاہ سے نصیب ہوتی ہے، یہ وہ مقامِ اولیاء ہے جہاں نفس و شیطان کا گزر ہے نہ بھونڈی دنیا کا دخل ہے، نہ وہاں ازل و ابد ہے اور نہ وہاں حور و بہشت ہے“-(امیر الکونین)

ایک مقام پہ آپؒ نے طالب اللہ کی شان یوں بیان فرمائی: ”(طالب) ذکرِ خفیہ میں مشغول ہو کر اپنی جان کا گوشت کھاتا ہے اور خوفِ خدا میں رو رو کر اِتنی آہ و زاری کرتا ہے کہ ہڈیوں سے مغز نکل آتا ہے- اِس پوشیدہ و بے ریا ریاضت سے خونِ جگر پیتا ہے اور لاغر ہو کر ہوا (نفسانی خواہشات) سے فارغ ہو جاتا ہے اور نیست و نابود ہو کر غرق فنا فی اللہ ہو جاتا ہے“(کلید التوحید کلاں)- مزید ارشاد فرمایا: ”اسم اللہ ذات کی تپش اُسے دن رات جلائے رکھتی ہے جس طرح کہ آگ خشک لکڑیوں کو جلاتی ہے اور یہ آگ سرد نہیں ہوتی جب تک کہ وہ بہشت میں داخل ہو کر دیدارِ الٰہی سے سیر اب نہ ہو جائے“-(کلید التوحید کلاں)

ایک مقام پہ آپؒ نے مرشد کامل کی شان یوں بیان فرمائی: ”جس طرح قصاب بکری کو ذبح کر کے اُس کی کھال اُتارتا ہے، اُس کی ہر رگ و بوٹی کو الگ الگ کرتا ہے اور گوشت سے ہر آلائش کو نکال کر دُور پھینک دیتا ہے- اِسی طرح مرشد کو بھی ایسا ہی کامل و مکمل ہونا چاہیے“-(عین الفقر)

آپؒ نے اپنی والدہ ماجدہ سیّدہ بی بی راستی (رحمۃ اللہ علیہا) کی کیفیت یوں بیان فرمائی: ”اِس فقیر کی والدہ محترمہ اِسی طرح کا ذکرِ خفیہ کیا کرتی تھیں اور اُن کی آنکھوں سے خون جاری رہا کرتا تھا“(محک الفقر کلاں)-

آخر میں آپؒ فرماتے ہیں کہ جب تو مجاہدے کے عمل سے گزر جائے گا تو تجھے ایک دل فریب اور قرب والی حیات جاوداں عطا کی جائے گی- جیسا کہ آپؒ فرماتے ہیں: ”صاحبِ روح کو رنج و زحمت و بلا بھی خوشگوار لگتی ہے اور وہ اِس سے خوش ہوتا ہے جس طرح بچے اور لڑکے مٹھائی و حلوا کھا کر خوش ہوتے ہیں- ایسے ذاکر کے دل کو مضبوط دل کہتے ہیں“-(محک الفقر کلاں)

www.mirrat.com

عالمی معیار کی
ویب سائٹ

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(اقبال)

ماہنامہ
مرآۃ العارفین
انٹرنیشنل
لاہور

ملکی اور بین الاقوامی حالات، پاکستان اور عالم اسلام کو درپیش چیلنجز، تصوف، ادب،
معاشرت اور ثقافت جیسے دیگر اہم موضوعات پہ علمی و تحقیقی مضامین

مراۃ العارفین انٹرنیشنل اردو کا ماہانہ تحقیقی مجلہ ہے۔
مذکورہ ماہنامہ کا نام سید الشہداء نواسہ رسول حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ)
کی ایک عظیم تصنیف مراۃ العارفین پر رکھا گیا ہے۔

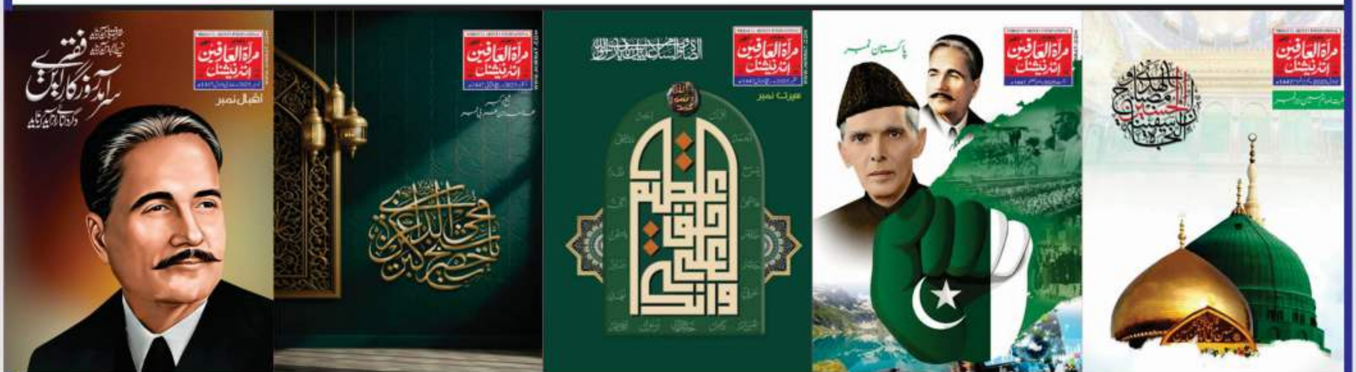

www.mirrat.com

تازہ ترین اور گزشتہ میگزین
کے مطالعہ کیلئے وزٹ کریں

YouTube
CHANNEL
/AlfaqrTv

علمی،فکری اور تربیتی خطابات اور لیکچرز دیکھنے کیلئے

یوٹیوب چینل وزٹ کریں